THE

SENATE OF PAKISTAN

DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, January 06, 2014

(100th Session)

Volume I, No. 02

(Nos. 01–08)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume I	SP. I(02)/2014
No.02	15

CONTENTS

Pages

1. Recitation from the Holy Quran.. 1
2. Leave of Absence.. 2
3. ➢ Senator Syeda Sughra Imam and Senator Mian Raza Rabbani to introduce the Constitution (Twenty Second) Amendment Bill, 2013..................................... 3
4. Commenced Motion Under Rule 218:....................................... 4
   - ➢ Senator Haji Mohammad Adeel to move that the House May Discuss Non−shifting of headquarters of State Bank of Pakistan from Karachi to Islamabad........ 7
   - ➢ Senator Col. (Retd) Syed Tahir Hussain Mashhadi...... 10
   - ➢ Senator Afrasiab Khattak 11
   - ➢ Senator Hamza.. 12
5. Further Discussion on Commenced Motion moved by Senator Mian Raza Rabbani Regarding Political and Security Situation in the Country....................................... 12
   - . Senator Farhatullah Babar.. 13
   - . Senator Abdur Rauf.. 17
   - . Senator Chaudhry Shujaat Hussain................................ 21
   - . Senator Mushahid Ullah Khan.. 22
   - . Senator Col (Retd) Syed Tahir Hussain Mashhadi........ 27
   - . Senator Sabir Ali Baloch.. 31
   - . Senator Maulana Abdul Ghafoor Haidri.......................... 33
6. . Senator Mohammad Ishaq Dar on Tax Issues of Parliamentarians.. 38
   - . Senator Khalida Perveen.. 42
   - . Senator Shahi Syed.. 44
   - . Senator Mohammad Saleh Shah....................................... 47
   - . Senator Seher Kamran A Tribute to Shaheed Zulfiqar Ali Bhutto.. 51
   - . Senator Mukhtar Ahmed Dhamra on Issue of Division of Sindh.. 52

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, January 06, 2014

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty three minutes past three in the evening with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۔ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ: ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے خطوں کا طومار لپیٹ لیتے ہیں۔ جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ (یہ) وعدہ (جس کا پورا کرنا لازم) ہے۔ ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں اور ہم نے نصیحت (کی کتاب یعنی تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار بندے ملک کے وارث ہوں گے۔ عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے اس میں (خدا کے حکموں کی) تبلیغ ہے اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام جہان کے لیے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔

سورۃ الانبیآء (آیات 103 تا 107)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم اب leave applications لیتے ہیں۔

Leave of Absence

جناب چیئرمین: ڈاکٹر محمد جہانگیر بدر صاحب ملک سے باہر ہونے کی بنا پر گزشتہ اجلاس کے دوران مورخہ ۱۶ تا ۱۹ دسمبر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: نوابزادہ محمد اکبر مگسی صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر حالیہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محمد داؤد خان اچکزئی صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ اجلاس کے دوران مورخہ ۱۶ تا ۱۹ دسمبر اور موجودہ اجلاس میں مورخہ ۶ تا ۸ جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عثمان سیف اللہ خان صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ ۶ اور ۷ جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عبدالحسیب خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ اجلاس کے دوران مورخہ ۶ اور ۱۱ تا ۲۰ دسمبر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیادرخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد کاظم خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۳ جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: خواجہ محمد آصف صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں اس لیے آج مورخہ ۶ جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

چوہدری عابد شیر علی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں اس لیے آج مورخہ ۶ جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! آپ پریشان نہ ہوں، آپ کو موقع ملے گا اور ample opportunity ملے گی۔ to express your views. We may now take up item No.2, Syeda Sughra Imam and Mian Raza Rabbani. Do you want to take it up or want to defer it?

Senator Syeda Sughra Imam: Sir, I would like to take it up. I spoke to Mian Raza Rabbani sahib, he is travelling. انہوں نے کہا تھا کہ we should take it up and if there is no opposition, let it be referred to the Committee.

Mr. Chairman: And you intend to move it right now.

Senator Syeda Sughra Imam: Yes, sir.

Mr. Chairman: Then please move.

The Constitution (Twenty Second Amendment) Bill, 2013.

Senator Syeda Sughra Imam: Sir, I and Mian Raza Rabbani beg to move for leave to introduce a Bill further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan [The Constitution (Twenty-Second Amendment) Bill, 2013]. (Amendment of Articles 177, 193 and 240).

Mr. Chairman: Is it opposed?

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq(Leader of the House): Sir, as a matter of principle, we would not oppose it but I would certainly like and request you to send it to the concerned Committee so that they can at least vet it.

Mr. Chairman: Principally, it may be referred to the Committee. Now, I put the Motion before the House.

(*The motion was carried.*)

Mr. Chairman: The Motion is carried and the leave to introduce the Bill is granted. Now, move item No.3, Syeda Sughra Imam and Mian Raza Rabbani.

Senator Syeda Sughra Imam: I and Mian Raza Rabbani beg to introduce the Bill further to amend the Constitution of the Islamic Replublic of Pakistan [The Constitution (Twenty-Second Amendment) Bill, 2013].

Mr. Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned. Now, we move on to item No.4, Mohsin Leghari *sahib*. There was a request to defer it.

Senator Muhammad Mohsin Khan Leghari: Yes, sir, that is what I want.

Commenced Motion Under Rule 218

Non-shifting of State Bank Headquarters to Islamabad

Mr. Chairman: So, item No.4 and 5, both are deferred. Thank you. Then there is a commenced motion. We may now take up item No.6 regarding discussion on the following motion moved by Senator Haji Mohammad Adeel on 16th December, 2013:-

> "This House may discuss the situation arising out of non-shifting of headquarters of the State Bank of Pakistan from Karachi to Islamabad.".

خواجہ صاحب کیا آپ point of order پر ہیں۔

How are you seeking the floor? OK on point of order but on what issue?

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! اگر ابھی بات کرنی ہے تو ٹھیک ورنہ میری ایک ڈاکٹر سے appointment ہے۔

جناب چیئرمین: اگر آپ rules کو دیکھ لیں تو آپ نے طے کیا ہوا ہے کہ there will be a zero hour to take up all important public issues. اس کے لیے there is a thirty minutes time at the end of the business.

(مداخلت)

Mr. Chairman: OK. Let us see what is the importance. Let us see. The floor is with Dr. Kareem Khawaja. Let us see what is importance.

سینیٹر کریم احمد خواجہ: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب والا! پاکستان سندھ اسمبلی کی resolution number 42 کے تحت بنا تھا اور اس کے بعد بنگال کی resolution آئی تھی۔ پاکستان جو بنا وہ صوبہ سندھ نے بنایا۔ اب پچھلے چار پانچ دنوں سے جناب الطاف حسین لندن سے یہ statement دے رہے ہیں کہ پاکستان کو توڑا جائے اور سندھ کو بھی توڑا جائے۔ کبھی وہ کہہ رہے ہیں کہ سندھ کے اے اور بی حصے ہونے چاہییں۔ کبھی وہ کہہ رہے ہیں کہ سندھ کی دیہی آبادی اور شہری آبادی کے حساب سے سندھ کے حصے ہونے چاہییں۔ یہ کوئی مذاق کی بات نہیں ہے۔ سندھ ہمیشہ سے قائم ہے اور پچھلے پانچ ہزار سالوں سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ پاکستان کی ضمانت صوبہ سندھ ہے اس طرح سندھ کی integrity کو نقصان پہنچایا گیا، اس نے آگے یہ بھی کہا ہے کہ سندھ کو بھی توڑا جائے اور ایک الگ ملک بھی بنایا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کی integrity کے بارے میں ایک آدمی جو لندن میں بیٹھا ہوا ہے، جس کی dual nationality بھی ہے اور وہ پاکستان کو توڑنے کی بات لندن سے کر رہا ہے۔ میں اس floor سے England کے Ambassador اور England Government کو کہوں گا کہ مہربانی فرما کر اس چیز کا نوٹس لیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ڈاکٹر صاحب! اس پر adjournment motion لے آئیں۔ بات یہ ہے کہ who would respond to you on this issue. You have made your point. You have shown your concern but who would respond.

سینیٹر کریم احمد خواجہ: جناب والا! میں صوبہ سندھ کو represent کرتا ہوں، پاکستان کو represent کرتا ہوں، یہ integrity of Pakistan کے خلاف بات ہے اور سندھ کبھی بھی نہیں ٹوٹے گا اور ہمیشہ قائم رہے گا۔

Mr. Chairman: That is correct but the proper procedure is to bring an adjournment motion, if you want to discuss this issue. If the House is favouring it.

(Interruption)

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں حسیب صاحب۔ I expunge *(****). this word You must use the Parliamentary language.

(*Interruption)*

Mr. Chairman: That is why I did not allow the point of order.

مجھے معلوم تھا کہ آپ یہ proceedings خراب کرنا چاہیں گے۔ جی تشریف رکھیں۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Please resume to your seats.

ان کو تو مائک ہی نہیں دیا گیا تھا تو میں expunge کیا کروں۔ سعید غنی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ My request to all the honourable members, if you want to discuss an issue, please adopt the rules. Bring Adjournment Motion, let the Government respond to it. اگر آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو آپ بات کرلیں لیکن کیا اس طرح point of order پر کسی نے آپ کو respond کیا۔ There was no response from anybody.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: ان کے پاس تو floor ہی نہیں تھا۔ The floor was not with him. Please have your seat. Haji Adeel *sahib.*

(مداخلت)

---

* *** "*Expunged as order by Mr. Chairman*".

Mr. Chairman: I would not allow it. I would not allow. That was an un-parliamentary word. Yes, Haji Adeel *sahib*.

(اس موقع پر سینیٹر عبدالحسیب خان نے ایوان سے واک آؤٹ کیا)

سینیٹر حاجی محمد عدیل: شکریہ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں۔ میری یہ موشن 16 دسمبر کو admit ہوئی ہے، میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں، اس پر اور ساتھی بھی بات کریں گے۔ جناب چیئرمین! جب پاکستان بنا تو اس وقت اس ملک کے حالات کچھ اور تھے، ایمرجنسی تھی، اس ملک کے پاس اپنی پارلیمنٹ نہیں تھی جبکہ ہندوستان کو پارلیمنٹ بنی ہوئی ملی تھی کیونکہ انگریزوں کی بنائی ہوئی پارلیمنٹ دہلی میں تھی۔ پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس سندھ کی صوبائی اسمبلی میں ہوا تھا۔ اسی طرح پاکستان کا پہلا سٹیٹ بنک جو اس سے پہلے سٹیٹ بنک آف انڈیا تھا، کراچی میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ کراچی کو بصد مجبوری پاکستان کا دارالخلافہ بنایا گیا، اس میں نہ بنگالیوں کی رائے شامل تھی، نہ پنجابیوں کی رائے شامل تھی، نہ بلوچ کی رائے شامل تھی، نہ پختون کی رائے شامل تھی اور نہ سرائیکی قوم کی رائے شامل تھی۔ ایک ایمرجنسی تھی، کچھ حالات بھی ایسے تھے چنانچہ ہماری پارلیمنٹ وہاں بنی، سٹیٹ بنک وہاں بنا، capital کراچی کو قرار دیا گیا، یہاں تک کہ نیوی اور Air force کے headquarters بھی کراچی میں تھے، آرمی کا ہیڈ کوارٹر بھی کراچی میں تھا۔ پاکستان کے جتنے بھی بڑے ادارے تھے ان کے headquarters کراچی میں بنائے گئے۔ دوسرے پرائیویٹ بنک، نیشنل بنک اور بعد میں آنے والے قومی بنک ان تمام کے ہیڈکوارٹر بھی کراچی میں تھے۔ اس کے نتیجے میں کراچی ہمارا commercial hub بنا، سو سے زیادہ importer and exporters کے head offices کراچی میں ہیں۔ پاکستان کی سو بڑی انڈسٹریاں، چاہے ملک کے دوسرے علاقوں میں ہوں، ان کے head offices کراچی میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کراچی میں روزگار کے لیے پاکستان کے اندر سے لوگ کراچی جانے لگے، آباد ہونے لگے بلکہ نہرو لیاقت package کی cut off date کے بعد بھی غیر قانونی طور پر لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ہندوستان سے مسلمان آکر کراچی میں ہی آباد ہوئے۔

جناب چیئرمین! چونکہ کراچی مختلف صوبوں سے دور تھا تو اس وقت ایک تحریک چلی لیکن بدقسمتی سے بعد میں ایک ڈکٹیٹر نے one unit بنا دیا اور مشرقی پاکستان کی majority کو minority میں تبدیل کیا، پاکستان کا دارالخلافہ کراچی رکھا، باقی تمام صوبوں کا، جو کراچی کی دوری سے تنگ تھے، ان کا capital لاہور کو مقرر کر دیا گیا۔ خیبر پختونخوا کے صوبے کو جو اس وقت

NWFP کہلاتا تھا، پنجاب کے صوبے کو، سندھ کے صوبے کو اور بلوچستان کے جو علاقے تھے، کیونکہ بلوچستان کی حیثیت ایک خصوصی تھی، اس کو بھی one unit میں شامل کر دیا گیا، جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کے لوگ ہم سے ناراض ہوئے، کیونکہ ان کی اکثریت کو ہم نے اقلیت میں تبدیل کر دیا، نہ صرف مشرقی پاکستان، بلکہ خیبر پختونخوا کے علاقے سے ہمارے محترم فخر افغان، خان عبدالغفار خان، باچا خان نے بھی تحریک چلائی، اس وقت بہت سی زبانیں بند تھیں، بہت سے لوگ خاموش تھے اور one unit کے خلاف باچا خان کی تحریک کے پیچھے نیشنل عوامی پارٹی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ ہم نے one unit کی مخالفت کی۔ ہم کراچی کے capital بننے پر خفا تھے کیونکہ وہ، اتنا دور تھا، ہمارے لیے ایک نیا capital create کیا گیا، بہرحال تحریک چلی، جیلوں میں گئے، قربانیاں دیں، جیلوں سے لاشیں آئیں، سولیوں پر چڑھایا گیا، دھوکے سے بلوچ قائدین کو بلا کر، قرآن بھیج کر ان کو پھانسی کی سزائیں دی گئیں۔ ہمارے لیڈروں کے گھروں کو ضبط کیا گیا۔ عدالت میں ایک مسکراہٹ کی سزا بھی فوجی میجر بارہ سال تک دیتا رہا۔ اس کے بعد one unit ٹوٹا لیکن تب ٹوٹا جب پاکستان ٹوٹا اور مشرقی پاکستان، بنگلہ دیش بن گیا۔

جناب چیئرمین! بلوچستان کو بھی صوبے کا درجہ ملا، لیکن باقی ماندہ پاکستان کا capital پھر بھی کراچی رہا، اس کے بعد اسے کراچی سے اسلام آباد شفٹ کیا گیا۔ یہ ایک ایسا قدم تھا جسے چھوٹے اور بڑے سب صوبوں نے پسند کیا۔ مجھے یاد ہے کہ Air force کا headquarter پشاور میں تھا اسے اسلام آباد میں شفٹ کیا گیا۔ نیوی کا headquarters کراچی میں تھا اور سمندر بھی کراچی میں تھا، اسے بھی اسلام آباد لایا گیا۔ راولپنڈی پہلے ہی آرمی کا headquarters بن چکا تھا، اس کے لیے بھی زمین خریدی گئی کہ اسے راولپنڈی سے اسلام آباد شفٹ کیا جائے۔ پارلیمنٹ کو جب اسلام آباد شفٹ کیا گیا تو اس وقت کی سٹیٹ بنک کی بلڈنگ میں اس کے اجلاس ہوا کرتے تھے، بعد میں پارلیمنٹ کی اپنی بلڈنگ بن گئی۔ اس کے علاوہ بہت سے دفاتر کو کراچی سے اسلام آباد شفٹ کیا گیا لیکن ایک بڑا اہم ادارہ، سٹیٹ بنک آف پاکستان جس کو اسلام آباد لانا چاہیے تھا لیکن بد قسمتی سے، کوتاہی کہہ لیجئے، کمزوری کہہ لیجیئے، سٹیٹ بنک اسلام آباد نہ آسکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کراچی جو business hub بھی تھا وہ ہماری economy کو بھی کنٹرول کرنے لگا۔

جناب چیئرمین! سٹیٹ بنک آف انڈیا کا headquarters دہلی میں ہے اور business hub Bombay میں ہے، جناب چیئرمین! امریکہ کا business hub New York ہے لیکن capital اور مرکزی بنک Washington DC میں ہے۔ چین کا business hub شنگھائی میں ہے لیکن مرکزی بنک بیجنگ میں ہے۔ اسی طرح دنیا کے بہت سے ممالک میں

ایسا ہے، اگر مرکزی بنک business hub میں ہو تو بہت سے pressures کو face کرنا پڑتا ہے۔ ہماری سٹاک ایکسچینج کبھی اوپر، کبھی نیچے ہو جاتی ہے اور کبھی مفروضہ حد کو بھی cross کر جاتا ہے۔ گھنٹوں میں لوگ ارب پتی ہو جاتے ہیں، جن لوگوں نے سرمایہ share میں لگایا ہوتا ہے وہ دیوالیہ ہو جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اگر سٹیٹ بنک آف پاکستان کو اسلام آباد میں لائیں گے، جس کا صحیح مقام اسلام آباد ہی ہے بہت سے دوسرے بینک بھی اپنے headquarters کراچی سے اسلام آباد لے آئیں گے۔ بڑی بڑی companies اپنے head offices کراچی سے اسلام آباد shift کریں گی۔ آج بھی کراچی ایسا شہر ہے جس میں بیس لاکھ غیر قانونی بنگالی رہتے ہیں۔ ان کے پاس شناختی کارڈ اور پاسپورٹ ہیں۔ کراچی میں Liaqat, Nehru Pact کی cut off date کے بعد آنے والے کروڑوں ہندوستانی اور ان کی دوسری، تیسری نسل آباد ہے۔ وہاں پر افغان مہاجر اور برمی مہاجر آباد ہیں اور یہاں تک کہ انقلاب ایران کے بعد آنے والے لوگ بھی کراچی میں آباد ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے لاکھوں لوگ بھی کراچی میں آباد ہیں۔ اگر ہم کراچی سے State Bank of Pakistan کو یہاں shift کریں تو اس کا فائدہ ہو گا کہ State Bank of Pakistan وہاں موجود صنعتکاروں اور کاروباری اداروں کے pressure سے بچ جائے گا کیونکہ آج وہ pressure بہت سے معاملات میں استعمال ہوتا ہے۔

یہ اسلام آباد کا حق ہے کہ ملک کا مرکزی بینک یہاں ہونا چاہیے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ بینک اور دوسرے بینکوں کے headquarters یہاں آجائیں تو بعض مرتبہ جب لوگ اقتدار میں نہیں ہوتے تو وہ چیخ و پکار کرتے ہیں، وہ بھی کم ہو جائے گی۔ کراچی صرف اردو بولنے والوں کا شہر نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اردو نہ بنگالیوں، نہ سندھیوں، نہ پختونوں، نہ پنجابیوں اور نہ ہی بلوچوں کی زبان تھی لیکن ہم نے اردو کو قومی زبان تسلیم کر لیا جس کے نتیجے میں بنگال میں گولی چلی اور شہید مینار بنا جس سے بنگلہ دیش کی ابتدا ہوئی۔ قائد اعظم شیروانی پہنے بیٹھے ہیں، کیا شیروانی پختونوں، بنگالیوں، پنجابیوں، سندھیوں اور بلوچوں کا لباس تھا؟ ماسٹر تارا سنگھ اور پنڈت نہرو بھی شیروانی استعمال کرتے تھے لیکن ہم نے شیروانی کو اپنا قومی لباس بنا لیا، پھر بھی ہم سے گلہ ہے۔ ہم نے آپ کی زبان قبول کر لی، دکھ کی بات ہے کہ پاکستان میں پنجابی، سندھی، بلوچی، سرائیکی اور پشتو زبانیں قومی زبانیں نہیں ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب State Bank کی طرف آئیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میرے بھائی نے جو نکتہ پیش کیا اور کراچی کے حوالے سے جو آوازیں آرہی ہیں، ہم آپ کو اپنی زمین دیں، اپنا گھر دیں، قانونی اور غیر قانونی طور پر آنے والوں کو بھی آباد کریں اور پھر بھی آپ کہیں کہ ہم آپ سے الگ ہو کر الگ ملک بناتے ہیں۔ آپ کا حق کہاں سے بن گیا؟ ہندوستان کو چھوڑ کر آئے کہ ہندوستان پسند نہیں تھا، مشرقی پاکستان پسند نہیں تھا، وہ چھوڑ کر آگئے اب یہاں آباد ہیں، خوشحال ہیں، حکمران ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب آپ کا جو motion ہے اس پر بات کریں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میرے سندھی بھائی خفا نہ ہوں کہ میں ان سے State Bank لینے جا رہا ہوں، اگر State Bank وہاں رہا تو آپ کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی اور آپ کو دو نمبری بنایا جائے گا۔ کوئی مسئلہ نہ بھی ہو تو مرکزی بینک دارالحکومت میں ہونا چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے سندھی، پنجابی، بلوچ، پختون، سرائیکی بولنے والے بھائی اور اردو کے بھائی بھی مجھے support کریں گے کیونکہ وہ بھی کراچی اور پاکستان میں امن چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ کرنل طاہر حسین مشہدی صاحب۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: جناب چیئرمین! شکریہ۔ Karachi mini پاکستان اور commercial hub of Pakistan ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے نہ ہی کوئی اس پر اعتراض کرے گا۔ کراچی پاکستان کا 70% کے قریب revenue generate کرتا ہے۔ کراچی میں main industries, banks and head offices ہیں اور کراچی trade, commerce, industry of Pakistan کا سب سے بڑا شہر اور financial hub of Pakistan ہے۔ جب ان چیزوں میں کوئی شک نہیں ہے تو کوئی بھی right thinking انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ State Bank of Pakistan کو وہاں سے اسلام آباد لایا جائے۔ کراچی میں پاکستان کی commercial, financial, trade and commerce activities ہیں، وہاں سے ایک مرکزی ادارے کو نکال کر اسلام آباد میں لانا، دور کر کے سب کو تکلیف دینا اور for no rhyme or reason کیونکہ کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اس وقت جب کہ پاکستان کے عوام بھوکے مر رہے ہیں، یہاں پر بے روزگاری ہے، یہاں پر روزانہ پٹرول کی قیمتیں بڑھائی جا رہی ہیں، ہم اس کی بات نہیں کر رہے۔ پاکستان میں گیس کی اتنی load shedding ہے کہ کوئی ماں اپنے بچوں کو کھانا پکا کر نہیں دے سکتی، ہم اس کی بات نہیں کر رہے اور جو پاکستان کا main financial institution and pillar of

agriculture economy ہے اور اچھی طرح سے صحیح environment میں کام کر رہا ہے۔ وہ based or political based organization نہیں ہے کہ اس کو اسلام آباد میں ہم politicians, National Assembly, Provincial Assemblies or secretariat کی ضرورت ہو، وہ ایک financial institution ہے۔ میں present government کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں، میں نے پرسوں پڑھا ہے کہ وہ اس کو زیادہ power دے کر independent بنا رہے ہیں، یہ solution and right thinking ہے۔ اس کو constitutionally ایک علیحدہ independent and without political interference institution ہونے دیں۔ اس کو آپ political interference سے جتنا دور رکھیں گے، وہ اتنا ہی اچھا function کرے گا۔ آپ اس کو جتنی power دیں گے، وہ اتنا ہی اچھا function کرے گا۔ کسی institution کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پر لانے سے آج تک کوئی institution, business, trade and commercial activity better نہیں ہوئی، کوئی commercial activity better نہیں ہوئی۔ میں اس کو سختی سے oppose کرتا ہوں، پاکستان کے عوام بھی اور خاص طور پر سندھ کے عوام اس کو رد کرتے ہیں، پہلے ہی ہمارے سندھ کے ساتھ ظلم ہو رہے ہیں، وہ تو ہوتے رہیں گے اور آپ کرتے رہیں گے۔ ہمارے پاس ایک اچھا institution ہے اور اس پر ہمارا حق ہے۔ اسے ہم نے وہاں پر بہت اچھی طرح سے nourish بھی کیا ہے، اسے وہاں پر چلایا ہے، اب آپ اسے بھی اٹھا کر لانا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ ایک superfluous قسم کی demand ہے، اس کے لیے کوئی arguments نہیں ہیں، وہ جہاں ہے اسے وہیں رہنے دیں۔ اس کی working کو زیادہ powerful بنائیں اور اسے improve کریں۔ I think that will serve Pakistan better. Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ افراسیاب خٹک صاحب۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں بہت مختصر طور پر عرض کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حاجی صاحب نے جو بات رکھی ہے یہ اصول کی بات ہے، خدانخواستہ اس بات میں کوئی ایسی implication نہیں ہے کہ اگر کراچی سے کوئی چیز لائی جائے، کراچی ہم سب کا شہر ہے۔ اس ہاؤس میں کئی معزز ممبران نے بارہا کہا ہے اور مجھے ان سے مکمل اتفاق بھی ہے، انہوں نے کہا تھا کہ کراچی دنیا میں پشتونوں کا سب سے بڑا شہر ہے اور پشتونوں کی سب سے بڑی آبادی کراچی میں ہے، یہ حقیقت ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ کراچی سے ادارے لائے جائیں، یہ ایک اصول کی بات ہے، جو وفاقی ادارے ہیں ان کے headquarters پاکستان کے

مرکز میں ہونے چاہییں، یہ ساری دنیا کا اصول ہے۔ آپ دیکھیں کہ business نیویارک میں ہوتا ہے لیکن امریکہ کے Washington banks میں ہیں، اس لیے کہ وہ ان کا capital ہے، جیسے حاجی صاحب نے کہا کہ شنگھائی میں business ہوتا ہے لیکن Beijing میں headquarters ہیں، مثلاً Air force کا headquarters پشاور میں ہوتا تھا پھر اسے اسلام آباد منتقل کیا گیا، جو ٹھیک بات ہوئی کیونکہ اسلام آباد ہمارا capital ہے، اسی طرح سے ہم واپڈا کے بارے میں کہتے رہے ہیں کہ واپڈا کا headquarter بھی اسلام آباد میں ہونا چاہیے اور لاہور میں نہیں ہونا چاہیے، خدانخواستہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہم کوئی چیز لاہور سے لانا چاہتے ہیں لیکن یہ ایک اصول کی بات ہے۔ آپ اگر اس اصول کو نہیں مانیں گے تو پھر یہ سوال اٹھے گا کہ ٹھیک ہے کہ آپ اسے وہیں رکھیں اور یہاں جو وفاقی ادارے ہیں ان میں سے بعض کو کوئٹہ منتقل کر لیں، بعض کو پشاور منتقل کر لیں اور بعض کو لاہور منتقل کر لیں، پھر تو یہ اصول بیچ میں آجائے گا جو کہ اچھی بات نہیں ہوگی۔ میرے خیال میں حاجی صاحب نے جو بات کہی وہ اصول کی بات ہے، پاکستان وفاقی مملکت ہے اور اس کا capital اسلام آباد ہے۔ اس لیے جو وفاقی ادارے ہیں ان کا مرکز اسلام آباد میں ہونا چاہیے۔ خدا نخواستہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہم ایک چیز کو دوسری جگہ لیجانا چاہتے ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: حمزہ صاحب۔

سینیٹر حمزہ: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ کراچی پاکستان کا تجارتی اور صنعتی مرکز ہے۔ تمام banks کے headquarters بھی وہیں ہیں اور ساتھ یہ کہ وہ ایک میزبان شہر ہے، دوسرے ممالک یا دوسری جگہوں سے جب بھی لوگ آتے ہیں تو کراچی جا کر رہنا پسند کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سارے banks بھی وہیں ہیں، تجارت و صنعت بھی وہیں ہے، ہمارا صنعتی مرکز بھی وہیں ہے تو یہ State Bank of Pakistan وہاں ہی رہنا چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دفاتر یہاں پر بھی کھل جائیں گے لیکن کراچی ملک کا سب سے بڑا شہر ہے، وہ تجارتی اور صنعتی مرکز ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ State Bank of Pakistan کا وہاں ہی رہنا زیادہ ضروری ہے۔

Point of Order raised by Senator Mian Raza Rabbani regarding Political and Security Situation in the Country

Mr. Chairman: Thank you. The motion has been talked out. We move now take up Item No. 7 regarding further

discussion on the following motion moved by Mian Raza Rabbani on 18th December, 2013.

> "This House may discuss the current political and security situation in the country with particular reference to Balochistan, FATA and Rawalpindi incident." Mr. Farhat Ullah Babar, floor is with you.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: شکریہ۔ جناب چیئرمین! اس motion کے سیاسی اور سیکورٹی صورتحال کے پہلو ہیں۔ میں سیکورٹی صورتحال پر کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ 2014 کا سال شروع ہو چکا ہے اور اس سال افغانستان سے دوسری فوجیں withdraw ہو جائیں گی اور پھر وہاں کی جو صورتحال ہو گی اس کا براہ راست پاکستان کی سیکورٹی پر اثر پڑے گا۔ میں اس حوالے سے چند گزارشات آپ کی وساطت سے اس ایوان کے سامنے اور حکومت کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! 2014 کا سال شروع ہونے سے پہلے دسمبر کے مہینے میں Cabinet Committee on National Security نے ایک فیصلہ کیا کہ militants کے ساتھ بات چیت کی جائے کیونکہ اس کمیٹی کے خیال میں بات چیت کے بغیر امن قائم نہیں ہو گا، ویسے بھی تمام سیاسی جماعتوں نے حکومت پاکستان کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ militants کے ساتھ بات چیت کریں۔ جس دن Cabinet Committee on National Security نے dialogue کا offer reiterate کیا تو اس کے فوراً بعد militants کی طرف سے ایک بیان آیا اور انہوں نے اس offer کو reject کر دیا۔ ہم تو پہلے بھی کہہ رہے تھے اور گزشتہ دس سالوں کا تجربہ یہی بتا رہا ہے کہ militants کے ساتھ dialogue سود مند نہیں ہوں گے لیکن ایک national consensus کی خاطر ہم نے dialogue process کو support کیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ militants کی طرف سے یہ بیان آیا کہ ہم بات چیت نہیں کریں گے اور ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے خلاف فوجی کارروائی ہو گی۔ Within 24 hours میران شاہ میں ہمارے پانچ فوجی جو نماز پڑھ رہے تھے، ان پر خود کش حملہ ہوا اور انہیں شہید کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی راولپنڈی میں گریسی لائن میں امام بارگاہ پر خود کش حملہ ہوا اور picture یوں بنی کہ جیسے talks کی offer کو reiterate کیا گیا، اس کے ساتھ ہی نہ صرف بیان کے ذریعے بلکہ عملی اقدامات کے ذریعے بھی یہ پیغام دیا گیا کہ بات چیت نہیں ہو گی۔

جناب چیئرمین! ایک طرف افغانستان سے NATO and ISAF کی افواج واپس جارہی ہیں، ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہاں کتنی بیرونی ممالک کی افواج رہیں گی، security agreement between Afghanistan and United States ہو رہا ہے، جب اس کی تفصیلات سامنے آئیں گی تو پتا چلے گا اور یقیناً وہاں پر بیرون ملک کی افواج ہوں گی اور ان کا mandate کیا ہوگا، اس کا بھی براہ راست پاکستان کی سیکورٹی پر اثر پڑے گا۔ یہ تین چار چیزیں ایسی ہیں کہ حکومت کو اب سے notice لینا چاہیے تاکہ پاکستان کی جو سکیورٹی کی صورت حال ہے اس میں مزید خرابی کو برداشت کرنے کی اب ہمارے پاس کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! افغانستان میں انتخابات بھی ہو رہے ہیں 15-2014 ان کے انتخابات کا سال ہے اور انتخابات کے نتیجے میں اور reconciliation کے نتیجے میں اگر وہاں پر طالبان کی حکومت آتی ہے تو ان کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اگر وہاں طالبان زور پکڑتے ہیں تو ان کے جو ساتھی پاکستان میں ہیں، جو militants ہیں وہ بھی پاکستان میں طاقتور ہوں گے۔ ہمیں یہ ساری صورت حال سامنے رکھ کر اپنی پالیسی ترتیب دینی ہوگی۔

جناب چیئرمین! اس تمام صورت حال میں جس چیز کو ہمیں سامنے رکھنا ہے وہ ہے پاکستان کی بگڑتی ہوئی سکیورٹی صورت حال، اس کے پیچھے جو سب سے بڑا محرک ہے اور جسے پاکستان کی بگڑتی ہوئی سکیورٹی صورت حال کی وجہ قرار دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ cross border militancy ہو رہی ہے۔ افغانستان سے militants ہمارے ملک میں آتے ہیں اور ہمارے علاقے سے militants افغانستان میں گئے ہیں، جاتے رہے ہیں، جا رہے ہیں اور فضل اللہ کے TTP کا سربراہ بننے کے بعد جب کہ غالب گمان یہی ہے کہ فضل اللہ افغانستان کے صوبہ کنڑ میں رہائش پذیر ہیں تو فضل اللہ کے TTP کے صدر بننے کے بعد پہلی بار صورت حال یہ بنی ہے کہ پاکستان یہ سمجھتا ہے کہ جو عناصر پاکستان کو destabilize کر رہے ہیں ان کی پناہ گاہیں افغانستان میں ہیں۔ افغانستان بھی بجا طور پر یہ سمجھتا ہے کہ ان کو destabilize کرنے والے militants کی پناہ گاہیں پاکستان میں ہیں۔

Mr. Chairman! the fundamental issue that Pakistan has to address–the government has to address in the early days of 2014 is the issue of cross border militancy

اب یہ باتیں بہت ہو چکی ہیں کہ ہماری طرف سے کوئی militants نہیں جاتے ہماری آشیرباد ان کو حاصل نہیں ہے I think Mr. Chairman, a time comes when you

call a spade a spade, let us say کہ ہمارے ہاں سے infiltration ہوئی ہے اور اب فضل اللہ کے TTP کا سربراہ بننے کے بعد پاکستان بھی بجا طور پر یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے ملک کو destabilize کرنے والے across the border رہتے ہیں therefore, Mr. Chairman, we have to address the issue of the cross border militancy earnestly, there is no escape from this, if we want a secure and stable Pakistan, we have to address the issue of cross border militancy. Mr. Chairman, how to address this that is the basic question and let us in the early days of 2014 make an admission, make a confession that cross border militancy issue کا تعلق کسی سول حکومت کے ساتھ نہیں ہے، پارلیمان کے ساتھ نہیں ہے its an issue which relates the security establishment of Pakistan. Let us make it very clear, let us not escape from this fact that the issue of cross border militancy relates to the security establishments both of Pakistan and Afghanistan. Therefore, it has to be addressed by the security establishment of the two countries. I can suggest Mr. Chairman, the modality from the side of Pakistan اور اس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس issue کو اگر security establishment نے address کرنا ہے یا ان سے کروانا ہے تو

the first thing that needs to be done is to subject the security establishment to some kind of civil, political and Parliamentary oversight. Right now the security establishment is completely free of any mechanism of oversight, it is absolutely critical that the Parliament, the civil society, the political parties and civil government develops a mechanism and a system for oversight of the security establishment which is completely lacking in our present situation.

اور اس کی میں تجویز یہ پیش کروں گا کہ اس کا پہلا element یہ تھا کہ جو لاپتہ افراد ہیں ان کے بارے میں security establishment agencies پر بڑے الزامات لگتے رہے، وہ الزامات درست ہوں یا غلط ہوں میں ان پر بات نہیں کرنا چاہتا لیکن الزامات ان کے اوپر لگے ہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ لاپتہ افراد کے سلسلے میں جو Commission on Forced

Disappearances نے تجاویز دی ہیں، جو اعلیٰ عدلیہ میں زیر التوا مقدمات کے دوران observations آئی ہیں اور جو سینیٹ کی Human Rights Committee نے تجویز پیش کی ہے کہ ایک ایسا قانون ہونا چاہیے کہ security establishment کو، security کے اداروں کو باضابطہ طور پر اختیار ہو کہ وہ، ان لوگوں کو جن کے بارے میں شک ہو کہ وہ militancy میں ملوث ہیں، ان کو بے شک گرفتار کریں، detain کریں، interrogate کریں، prosecute کریں لیکن سب کچھ should be above board. ان کو اختیار ہونا چاہیے اور اختیار کے ساتھ ساتھ ان کی accountability بھی ہونی چاہیے کہ اگر کسی شخص کو اٹھا کر غائب کر دیا گیا ہے اس قانون کی موجودگی کے باوجود تو پھر ان کی accountability بھی ہونی چاہیے۔ This mechanism Mr. Chairman is absolutely important for the prestige, for the honour and the respect of the intelligence agencies and of the Armed Forces of Pakistan. When there will be prestige, respect and honour and dignity then the security establishment can work more effectively with better confidence. تو میری تجویز یہ ہو گی کہ security establishment کو under the Parliamentary oversight لانے کے لیے structured طریقے کے ساتھ ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے۔

جناب چیئرمین! پچھلے سال اسی ایوان میں محترم وزیر داخلہ نے جب زیارت ریذیڈنسی کا واقعہ ہوا تھا تو خود اس ایوان میں یہ کہا تھا کہ میں نے بلوچستان visit کیا، وہاں پر سکیورٹی اتنی زیادہ ہے کہ اب ہم مزید سکیورٹی چیک پوسٹ نہیں بنا سکتے اور انہوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ کیسے یہ ممکن تھا کہ اتنا اسلحہ بارود سکیورٹی چیک پوسٹ کو cross کر کے گیا اور پھر خود ہی کہا کہ

there is a disconnection between security and civil establishment.

جناب چیئرمین: وقت ہو گیا ہے جی conclude کریں۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: Just two minutes Mr. Chairman انہوں نے خود کہا کہ security establishment اور سول میں disconnect ہے اور ہم اس کو address کریں گے۔ ان کی وہ تقریر 17 جون کی تھی اور آج جنوری 2014 ہے اور ابھی تک اس حکومت نے اس disconnect کو address کرنے کی کوئی کارروائی نہیں کی۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس disconnect کو دور نہ کیا گیا تو پاکستان کی سکیورٹی کی صورت حال 2014

میں مزید گھمبیر ہو جائے گی and secondly Mr. Chairman at the same time border management is also important. The border management بلاشبہ افغانستان کو اس border پر اعتراضات ہو سکتے ہیں لیکن اگر اعتراضات borders کے اوپر ہوں بھی تو management تو ہو سکتی ہے۔ دنیا میں کئی ایسے ممالک ہیں جہاں borders پر اعتراضات ہیں but management can be done right now Mr. Chairman ہمارا border ایسے manage ہو رہا ہے کہ grid تو hamper ہو رہا ہے لیکن militants are crossing the border conveniently. Therefore, we should also address the issue of border management. Thank you very much Mr. Chairman.

جناب چیئرمین: جناب عبدالرؤف۔

سینیٹر عبدالرؤف: شکریہ، جناب چیئرمین۔ آج کا موضوع سیاسی صورتحال، بلوچستان اور فاٹا میں امن و امان کے حوالے سے ہے۔ بحیثیت ایک سیاسی کارکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ سیاسی صورتحال، ملکی سطح پر سیاسی رویوں کی مرہونِ منت ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ سیاسی صورتحال جوں کی توں ہے، اس میں کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سیاست اور معیشت کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ جب تک کسی ملک یا کسی ریاست میں امن و امان کے حوالے سے صورتحال اتنی گھمبیر ہو گی جتنی موجودہ صورتحال ہے تو ان حالات میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ 2013 سے پہلے 2012 میں، 2011 میں یا 2008 میں جو صورتحال تھی، آج بھی ہم وہ ہی صورت حال دیکھ رہے ہیں کہ اس ملک میں سالانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ خودکشی کر رہے ہیں۔ آج بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک بیٹی جب اپنے والد سے فیس کا مطالبہ کرتی ہے اور اس کے پاس بیٹی کو فیس دینے کے لیے پیسے نہیں ہوتے تو پہلے بیٹی کو مار دیتا ہے اور اس کے بعد خودکشی کر لیتا ہے۔

آج جتنی بھی political parties stake holders ہیں، وہ ذرا آئیں اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں، اس الیکشن سے پہلے ہم نے یہاں جلسے جلوسوں میں جو وعدے وعید کیے، جب ہم کہہ رہے تھے کہ ہم قرضوں کا کشکول توڑیں گے، جب ہم کہہ رہے تھے کہ ملک میں امن و امان ہو گا، جب ہم کہہ رہے تھے کہ یہاں سے لوڈشیڈنگ کا خاتمہ ہو گا، یہاں لوگ CNG لینے کے لیے اور پٹرول ڈلوانے کے لیے پانچ پانچ کلومیٹر کی لمبی لائنوں میں کھڑے نہیں ہوں گے لیکن آج ہم اس کے برعکس صورتحال دیکھ رہے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے چاہے ہم اس سے جتنا بھی

اختلاف رکھیں، آج صورتحال یہ ہے کہ IMF کا سب سے بڑا کشکول ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم اس ملک کی معیشت کو سنبھالا دینے کے لیے کوشش کررہے ہیں کہ IMF کی صورت میں، ورلڈ بینک کی صورت میں، کہیں نہ کہیں سے ہمیں ایسے قرضے مل سکیں جس سے ہم ملکی معیشت کو ایک بار پھر پٹڑی پر لائیں۔

جناب چیئرمین! جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے، یہاں دوستوں نے بھی بات کی، ہمارے دائیں بائیں، ہمسایہ ممالک کے مقابلے میں ہم اس وقت جس کشیدہ صورتحال سے دوچار ہیں، آپ دیکھ رہے ہیں فاٹا میں کیا ہونے جارہا ہے، آج وہاں جو آگ لگی ہوئی ہے، یہاں ابھی ایک دوست نے ذکر کیا کہ پچھلے دنوں وہاں ہماری فوج کے ساتھ جو کچھ ہوا اور اس کے ردعمل میں ہم نے جو کچھ کیا، بجائے اس کے کہ ہم ان ذمہ داران کو، ان لوگوں کو، ان militants کو پکڑتے یا ان کے خلاف کارروائی کرتے، ہم نے وہاں اس آبادی کے خلاف کارروائی کی جو وفادار پاکستانی ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ وہاں ایک ہی گاؤں کے تیس پینتیس افراد بمباری اور لڑائی میں شہید ہوئے۔ اس طرف سے بھی شہید ہورہے ہیں اور اُس طرف سے بھی شہید ہورہے ہیں۔

جناب چیئرمین! موجودہ صورتحال کے حوالے سے اگر ہم اپنے صوبے کی بات کریں، ایک دوست نے صحیح فرمایا کہ آپ کوئٹہ جائیں، جناح روڈ سے سیکرٹریٹ تک جائیں، آپ کو وہاں دس سے پندرہ chains نظر آئیں گی۔ آپ یہاں سے جائیں، کچلاک شہر جو پندرہ کلومیٹر پر واقع ہے، آپ کو وہاں پندرہ سے بیس chains نظر آئیں گی لیکن اس کے باوجود ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ آئے دن ان دو chains کے درمیان وہاں جتنے بھی واقعات ہورہے ہیں، اس کے باوجود خودکش بمبار آتے ہیں اور وہاں innocent لوگ مارے جاتے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ بلوچ علاقوں میں، ان کے اضلاع میں، آواران سے لے کر خضدار تک، میں یہ کہوں گا آج بھی وہاں اسکولوں میں آپ قومی پرچم نہیں لہرا سکتے۔ آج بھی یہاں کا کوئی سینیٹر، یہاں کی اسمبلی کا ممبر یا یہاں کا کوئی منسٹر وہاں نہیں جاسکتا۔ جب ہم دوسرے ملکوں کی بات کرتے ہیں، ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ آج بھی وزیرِ اعظم، آج بھی صدر، آج بھی وزراء بلوچ علاقوں کا دورہ نہیں کرسکتے، وہ کوئٹہ نہیں جاسکتے۔ سیاسی صورتحال اور اس کے ساتھ یہ جو ہماری فاٹا اور ہمارے صوبے کی صورتحال ہے، ہم ایسے مقام پر کھڑے ہیں، اگر ان چیزوں کا ادراک نہ کیا گیا تو معاملات مزید ابتری کی طرف چلے جائیں گے۔

یہاں ہمارے وزراء صاحبان تشریف فرما ہیں، انتہائی احترام کے ساتھ اکثریت ان وزراء صاحبان کی ہے جو ہمیں سنتے ہیں لیکن بعض وزراء صاحبان ایسے ہیں کہ آج بھی ان کا رویہ چھوٹے صوبوں اور ان کے سینیٹرز کے بارے میں ایسا ہے کہ وہ ہماری بات تک سننا گوارا

نہیں کرتے۔ بھئی، آپ بھی سینیٹرز ہیں، ہم بھی سینیٹرز ہیں، جب ہم ان سے ایک بات کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آپ جا کر وہاں میرے پی۔اے سے مل لیں۔ اگر یہ رویے ہوں گے اور یہ صورتحال ہو گی تو معاملات کیسے چلیں گے۔

پچھلے دنوں ہم نے سقوطِ ڈھاکہ کے حوالے سے دن منایا۔ وہاں کیا ہونے جارہا تھا؟ وہ بنگالی جو کہ 99% سنی مسلمان تھے، جنہوں نے 99% اس ملک کے حق میں اپنے votes cast کیے، جنہوں نے پاکستان بنایا، آخر وہ صورتحال کیوں پیدا ہوئی جب یہاں ہمارے اخباری نمائندے، یہاں موجود ہمارے writers لکھتے تھے کہ بنگالیوں کے پاس کیا ہے، ان کے پاس تو صرف ایک پٹ سن ہے، وہ تو سیلاب زدہ صوبہ ہے۔ ہم students تھے، ہمارے سامنے یہ سب کچھ ہوا۔ جب وہ کہتے تھے کہ سارے مشرقی پاکستان کا revenue جا کر وہاں خرچ ہوتا ہے، آخر وہ بات کہاں تک پہنچی؟ وہ یہاں تک پہنچی کہ آپ ان کی بنگالی زبان میں ریڈیو پر announcement کے لیے تیار نہیں تھے۔ آپ بنگالیوں کے کلچر کو سننا تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سیاسی رویے، سیاسی صورتحال پیدا کرتے ہیں۔ اگر یہ سیاسی رویے ہوں گے تو معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ آج بھی ہم نے سبق نہیں سیکھا۔ آج بھی ہم دیکھ رہے ہیں، جیسا کہ بابر صاحب نے کہا، میں اتفاق کرتا ہوں اس بات سے، میں نے پچھلے دنوں بھی اس floor پر یہ بات کہی تھی، آج بھی آپ سینیٹ کی کوئی کمیٹی بنا کر بھیج دیں، آج بھی کوئٹہ شہر میں، آج بھی ہمارے صوبے میں، وہاں سے ہم اپنے ہمسایہ ممالک میں مداخلت کر رہے ہیں۔ آج بھی وہاں سے لوگوں کو بھیجا جارہا ہے۔ آج بھی وہاں سے لوگوں کو باقاعدہ موٹر سائیکل پر بھیج کر اطراف میں قریبی border پر جتنے بھی صوبے ہیں، وہاں مداخلت ہورہی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آئیں اپنے ملک کے بارے میں سوچیں، یہاں امن و امان قائم کریں، یہاں کی معیشت کو ترجیح دیں، یہاں کے agriculture کو ترجیح دیں۔ اپنے ہاں سیاسی اور امن و امان کی صورتحال پر سنجیدگی سے توجہ دیں لیکن ہم اس پر توجہ نہیں دے رہے ہیں۔

اس دن بھی میں نے یہ بات کہی تھی کہ ہماری خارجہ پالیسی آج بھی اس معزز ایوان کے مرہونِ منت نہیں ہے۔ آج بھی ہمیں Upper House اور Lower House کے اختیارات نظر نہیں آرہے۔ ہمارے معزز اراکین سینیٹ اور ہمارے معزز اراکین قومی اسمبلی چاہتے ہیں کہ اس ملک میں امن و امان ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ افغانستان اور ایران کے ساتھ باہمی احترام پر مبنی ہمارے خارجہ تعلقات استوار ہوں، ہم چاہتے ہیں کہ نہ وہاں سے مداخلت ہو، نہ یہاں سے مداخلت

ہو۔ یہ سب ہماری خواہش ہے لیکن اس کے باوجود یہ سب کچھ ہورہا ہے، اس کے بارے میں ہمیں سوچنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین! پچھلے دنوں میں نے کہا تھا، آج بھی ہمارے صوبے میں گیس اور بجلی کی صورتحال ٹھیک نہیں ہے۔ جب یہاں ہم چلاتے ہیں، یہاں ہم اپنے معزز وزراء سے ملتے ہیں لیکن پھر بھی بنیادی مسئلوں کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ جناب والا! میں دو دنوں کے لیے 17,18 کو کوئٹہ گیا۔ ہمارے گھر کے سامنے جناح ٹاؤن میں SSGC کا office ہے۔ میں نے شہر سے گیس کے سلنڈر منگوائے اور ایک ہفتہ وہاں گزارہ کیا۔ کوئٹہ شہر کی یہ حالت ہے۔

جناب والا! ہم کہنا چاہتے ہیں کہ بہت کچھ ہو چکا، بہت سے ادوار گزر گئے، پلوں کے نیچے سے بہت سارا پانی گزر چکا ہے، آئیے اس ملک کو سہارا دینے کے لیے، اس کی معیشت کو سہارا دینے کے لیے، اس ملک میں امن و امان بحال کرنے کے لیے، اس میں غریب، پسے ہوئے طبقات کے لیے جن کے ساتھ ہم نے وعدے کیے تھے، جنہیں ہم نے جلسے جلوسوں میں یہ سب کہا تھا، ہم نے آزاد عدلیہ کی بات کی تھی، ہم نے آزاد میڈیا کی بات کی تھی، ہم نے عوام کے بنیادی انسانی حقوق بحال کرنے کی بات کی تھی۔ ایک غریب آدمی کو اس سے کبھی بھی کوئی غرض نہیں ہوتی کہ آپ ان کے سامنے figures رکھ دیں کہ یہ صورت حال ہے، یہ ہماری مجبوریاں ہیں، IMF سے اس لیے قرضے لیے گئے ہیں، World Bank سے اس لیے قرضے لیے ہیں، وہ تو یہ کہتا ہے کہ جب الیکشن ہو رہے تھے، جب آپ میرے شہر یا گاؤں میں آئے، وہ ساری تقاریر لوگوں نے record میں رکھی ہوئی ہیں، میں انتہائی معذرت کے ساتھ کہنا چاہوں گا کہ آج سارے پاکستان کے عوام تمام سیاسی پارٹیوں سے مایوس ہوتے جا رہے ہیں۔ آج ہم ان کا آخری سہارا ہیں خدا نہ کرے اگر ہمارے عوام اس political system سے مایوس ہو جاتے ہیں تو آپ ایک سیاسی رہنما کی حیثیت سے بہتر جانتے ہیں کہ ایسے ممالک میں جب صورت حال یہاں تک پہنچتی ہے تو کیا ہوتا ہے۔ آپ کے سامنے لیبیا کی مثال موجود ہے، مصر آپ کے سامنے ہے، آج Middle East کے وہ تمام ممالک آپ کے سامنے ہیں جہاں عوام اٹھ کھڑے ہوئے، وہاں پرانا نظام بھی نہ رہا اور وہ اپنے عوام کو موجودہ system بھی نہیں دے سکے۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ عوام کے تمام نمائندے چاہے وہ سینیٹ میں ہوں، چاہے قومی اسمبلی میں ہوں، میں ایک junior سیاسی کارکن ہوں لیکن ایک بات کہنا چاہتا ہوں اگر کوئی معزز ممبر اٹھ کر quorum point out کر دے تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ سینیٹ میں دو دن بھی کورم پورا نہیں ہوگا۔ یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے

کہ عوام اپنے نمائندوں کو مسائل کے حل کے لیے یہاں بھیجتے ہیں، عوام اپنے نمائندوں کو یہاں قانون سازی کے لیے بھیجتے ہیں لیکن یہاں ہمارے تمام ممبران، میں قومی اسمبلی کی کارروائی دیکھنے کے لیے خود وہاں جاتا ہوں، سینیٹ کے اجلاس میں شرکت کے لیے آتا ہوں، ہمارے ممبران جب اجلاس کی کارروائی میں دلچسپی نہیں لیں گے، وہ عوام کے مسائل یہاں بیان نہیں کریں گے تو اس طرح صورت حال انتہائی سنجیدہ ہو جاتی ہے جس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ میں آخر میں ایک مرتبہ پھر یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارے بڑے صوبوں کو اپنے رویوں میں تبدیلی لانی چاہیے۔ یہاں جتنی پارٹیاں ہیں جو حکمرانی کر رہی ہیں، انہیں بھی اپنے رویوں میں تبدیلی لانی چاہیے stakeholders کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر دیر ہو جائے اور ہم کئی ایک ایسے مسائل میں الجھ جائیں کہ ان سے باہر نہ نکل سکیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ چوہدری شجاعت حسین صاحب۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: شکریہ، جناب چیئرمین! اس وقت ملک میں تین چار اہم مسائل مہنگائی، بے روزگاری، law and order موجود ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سب سے اہم مسئلہ مہنگائی کا ہے۔ یہ مسئلہ بہت گھمبیر ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جا رہی۔ مجھے تو ایسے نظر آ رہا ہے جیسے ہم class war کی طرف جا رہے ہیں، غریب اور امیر میں اتنا زیادہ فرق ہو گیا ہے، میں اس سلسلے میں ایک چھوٹی سی مثال دینا چاہتا ہوں کہ کل میں گھر سے باہر نکل رہا تھا تو میری نوکرانی کھڑی تھی جو صرف برتن دھوتی ہے، اس نے کہا کہ میرا بجلی کا بل چار ہزار روپے کا آیا ہے اور گیس کا بل دو ہزار روپے کا آیا ہے، میری تنخواہ بارہ ہزار روپے ہے، میں یہ بل کہاں سے ادا کروں گی۔ میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا، سب کے ساتھ ایسا ہی ہو رہا ہے۔

جناب والا! ہم کن کاموں میں پڑے ہوئے ہیں، کبھی ہم غداری کا مقدمہ چلا دیتے ہیں، کبھی ہم کچھ کر لیتے ہیں۔ آج کل غدّاری case کا بڑا چرچا ہو رہا ہے۔ مجھے تو اس لفظ پر ہی اعتراض ہے کیونکہ غدّار اسے کہا جاتا ہے جو ملک کے خلاف دشمن ملک سے مل جائے۔ ہمارے آئین میں انگریزی میں high treason لکھا ہوا ہے لیکن اس کے ترجمے میں "غداری" لکھ دیا گیا ہے، میرے خیال میں آئین سے یہ لفظ ہٹا دینا چاہیے، اس کی جگہ "آئین شکنی" لکھ دیں یا کچھ اور لکھ دیں۔ خاص طور پر آرمی چیف کے متعلق، آپ دنیا کو کیا بتائیں گے کہ آپ کا آرمی چیف غدّار نکلا ہے؟ ہمیں ان چیزوں میں نہیں پڑنا چاہیے اور اصل مسائل کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ جناب والا! جو لوگ غدّاری case کے متعلق باتیں کر رہے ہیں، اسی نام نہاد غدّار کی نگرانی میں ہونے والے

الیکشن میں سب نے کامیابی حاصل کی اور حکومتیں بنائیں۔ اسی نام نہاد غدّار سے سب نے وزارتوں کے حلف بھی لیے۔

جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر یہ کام کرنا ہے تو پھر بات بارہ اکتوبر سے شروع کی جائے نہ کہ تین نومبر سے۔ اگر تین نومبر سے شروع کرنی ہے تو اس میں سینکڑوں حضرات آتے ہیں، ان میں خاص طور پر پرویز مشرف، پرویز کیانی، پرویز الٰہی کے نام بھی شامل ہوں گے، میں نے پہلے ہی اپنے نام کو پیش کر دیا ہے، اس کے ساتھ چوہدری افتخار حسین کا نام بھی شامل کر لیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، کرنل طاہر حسین مشہدی صاحب۔ مشاہد اللہ خان! you want to respond to this? جب آپ کی تقریر کی باری آئے گی تو آپ اس پر respond کر لیجیے گا۔ اس طرح cross talk and discussion شروع ہو جائے گی۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں نے تھوڑی سی بات کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: دیکھیں, you take your turn, اسی subject and motion پر آپ بات کر لیں، you make any reply you want to but I would not allow like this کہ ایک آدمی کی اُدھر سے تقریر ہو اور پھر اِدھر سے response آنا شروع ہو جائے۔ I will give you the floor.

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں نے دو منٹ بات کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، آپ دو منٹ بولیں یا پانچ منٹ بولیں۔ Colonel. مشاہد اللہ خان صاحب *Sahib*, I will give you the floor later on.

سینیٹر مشاہد اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں بڑے عرصے سے بات کرنا چاہتا تھا، آج موقع مل گیا ہے۔ بہت سارے issues ہیں، ان میں law and order ہے، sectarian killings ہوئی ہیں اور مستقل ہو رہی ہیں، حکومت کی اپنی سطح پر جو بھی کوشش ہو سکتی ہے وہ کر رہی ہے۔ آپ کے علم میں یہ بات ہو گی کہ کراچی کے حالات بہت بہتر ہوئے ہیں، ایجنسیوں کی reports کے مطابق وہاں crime rate 40% کم ہوا ہے اور یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔ حکومت سمیت جو بھی لوگ یہ کام کر رہے ہیں وہ مبارکباد کے مستحق ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج کل پرویز مشرف صاحب پر چلنے والے مقدمے پر بہت زیادہ بات ہو رہی ہے، اس پر ہر پارٹی کی اپنی ایک رائے ہے جو ان کا اپنا حق ہے۔ جناب والا!

چوہدری صاحب نے یہ بات بھی بیان فرما دی ہے کہ high treason یا غدّاری، غدّاری کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ آپ جو حلف اٹھاتے ہیں اس کی پاسداری نہیں کرتے۔ دنیا میں آئین سے مقدس کوئی document نہیں ہوتا۔ دنیا کے ممالک آئین کی وجہ سے ہی چلتے ہیں، اگر کوئی اس پر عملدرآمد نہ کرے بلکہ اسے ختم کر دے، اسے اپنے پیروں تلے روندے اور پھر یہ commit بھی کرے کہ ایک طرف ریاست تھی اور ایک طرف آئین تھا اور میں نے ریاست کا انتخاب کر لیا۔ انہوں نے خود ہی فیصلہ کر لیا حالانکہ ان میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ یہ فیصلہ کر سکیں، وہ یہ سمجھ سکیں کہ ریاست کیا ہوتی ہے اور آئین کیا ہوتا ہے اور اس کی تقدیس کیا ہوتی ہے۔ انہوں نے خود ہی فیصلہ کیا، بوٹ پہنے ہوئے ہیں، کمانڈو بنے ہوئے ہیں۔ اب پہلی مرتبہ کسی حکومت کو یہ جرأت ہوئی ہے، ماضی میں تو جرأت ہونا دور کی بات ہے، یہ جتنے بھی dictator تھے، لوگ ان کے جوتے پالش کرتے رہے ہیں، ان سے نوازشات وصول کرتے رہے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی کسی کو پھانسی پر چڑھانا چاہتا ہے یا عمر قید دلانا چاہتا ہے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ ہم آئندہ ہمیشہ کے لیے military intervention ختم کردیں کہ دوبارہ کوئی طالع آزما جرنیل اس ملک کی جمہوریت کو ختم نہ کرے اور اس ملک کے منتخب وزیر اعظم پر پچیس لوگ آکر بندوقیں نہ تانیں۔ اس ملک میں پارٹیوں کو توڑ نہ دیا جائے اور اس ملک میں نئی پارٹیاں آئی ایس آئی کے دفتر میں نہ بنیں۔ اس ملک میں سیاسی لیڈروں اور سیاسی کارکنوں کو ساری ساری رات تھانے میں بٹھا کر ان کی چھتر پریڈ نہ کی جائے اور ہزاروں لوگوں کو جیل میں نہ ڈالا جائے۔ یہ ان ساری چیزوں کو روکنے کے لیے ہے۔

یہ بڑی مزیدار بات ہے کہ جب یہ شروع ہوا تو اس وقت تو جرات کسی کو نہ ہوئی اور اب کہہ رہے ہیں کہ یہ احتساب بارہ اکتوبر سے شروع ہونا چاہیے۔ میں یقین سے کہہ رہا ہوں کہ اگر یہ بارہ اکتوبر سے شروع ہوتا تو یہ کہا جاتا کہ یہ ضیاء الحق کے دور سے شروع کیا جائے اور اگر ضیاء الحق کے دور سے شروع کیا جاتا تو پھر وہ کہتے کہ ایوب خان کے دور سے شروع کیا جائے۔ سکندر مرزا کے دور سے شروع کیا جائے۔ اصل بات یہ نہیں کرتے اور اصل بات یہ ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ نہ کیا جائے اور اس کو چھوڑ دیں اور آئندہ کے لیے military intervention کا راستہ اس لیے کھلا رہنا چاہیے کہ اس ملک میں بہت سارے لوگوں کی سیاست ان کے بغیر چلتی نہیں ہے، خفیہ ایجنسیوں کی آشیر باد کے بغیر ان کی سیاست نہیں چلتی، وہ کبھی وزیر نہیں بن سکتے اور کبھی وزیر اعلیٰ نہیں بن سکتے۔ یہ مسئلہ ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لیے سوچیں۔ یہ کسی کی ذات کا مسئلہ نہیں ہے۔ میاں نواز شریف نے تو صاف کہہ دیا کہ میں کسی سے کوئی انتقام نہیں لینا چاہتا اور میرے

ساتھ جو زیادتی ہوئی کہ پاکستان میں کسی منتخب وزیر اعظم کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا کہ اس کو جہازوں کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ اس وقت کوئی کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔مجھے آپ یہ بتائیں کہ بات کرنے کی بھی ایک نیت ہوتی ہے۔ بات کوئی چیز نہیں ہوتی بلکہ الفاظ ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے نیت دیکھی جاتی ہے۔ نیت یہ ہے کہ آج جو لوگ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ بارہ اکتوبر سے یہ action لیا جائے تو انہوں نے بارہ اکتوبر کے بعد کیوں یہ مطالبہ نہیں کیا تھااور 2007 تک وہ کیوں خاموش رہے؟ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بارہ اکتوبر کا اقدام بہت بڑا اقدام تھا تو اس کے مطالبات کسی ریکارڈ پر موجود ہیں؟ نہیں ہیں۔ اس لیے نہیں ہیں کہ جب بارہ اکتوبر کا اقدام اٹھایا گیا تو بہت ساری سیاسی جماعتیں GDA کی شکل میں پرویز مشرف اور اس وقت کی establishment کو support کر رہی تھیں۔ وہ جماعتیں کیسے مطالبہ کر سکتی ہیں کہ بارہ اکتوبر سے شروع کیا جائے جو آج بڑے آنسو بہا رہی ہیں۔ ہاں اگر آپ نے بارہ اکتوبر 1999 سے 2007 تک مختلف مواقع پر اسمبلی میں، پارلیمنٹ میں اور پارلیمنٹ سے باہر یہ مطالبہ کیا ہوتا کہ جناب یہ اس وقت بہت بڑا قدم تھا اور اس وقت کے وزیر اعظم کے ساتھ بہت بڑی زیادتی تھی۔ اس پر کیوں کسی نے بات نہیں کی، کس نے روکا تھا انہیں؟ اور جو آج بات ہو رہی ہے وہ سپریم کورٹ کے فیصلوں کے بعد ہو رہی ہے۔ سپریم کورٹ نے کہا ہے اور حکومت نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ اگر کمانڈو جرنیل کے کوئی ساتھی ہوتے تو کراچی ایئر پورٹ پر پہنچتے۔ اس وقت تو وہاں کوئی نہیں پہنچا۔ اس وقت یہ بات بھی یاد نہیں رہی کہ ہم نے وزارتوں کے حلف اٹھائے تھے اور آج برے وقت میں اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ آج عجیب عجیب عذر پیش کیے جا رہے ہیں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ تمام سیاسی جماعتیں اس وقت کو روئیں گی جو آج یہ مطالبات کر رہی ہیں کہ بارہ اکتوبر سے شروع کیا جائے۔ یہ ایک موقع ہے اور اس وقت پورے قومی اتحاد کی ضرورت ہے۔ تمام سیاسی جماعتوں کو اکٹھا ہو کر صرف اس بات کا راستہ روکنا ہے کہ آئندہ military intervention نہ ہو اور یہ تمام سیاسی جماعتوں کے فائدے کی بات ہے۔ نواز شریف (PML(N کی جنگ نہیں لڑ رہے بلکہ وہ اس ملک کی جنگ لڑ رہے ہیں، اس قوم کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ پاکستان کے آئین اور پاکستان کے اداروں کی جنگ لڑ رہے ہیں اور اس میں تمام لوگوں کو شامل ہونا چاہیے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو isolate کیا جا رہا ہے۔ کیا isolate کیا جا رہا ہے؟ اس وقت بھی تو وہ isolate ہی تھا جب مکے دکھاتا تھا۔ کوئی دوسرا آدمی مکے دکھاتا تھا؟ نہیں دکھاتا تھا۔ ایک ہی آدمی فیصلے کرتا تھااور کہتا تھا کہ میں کسی سے ڈرتا ورتا نہیں ہوں۔ اگر ڈرتے نہیں ہو تو آپ کی گاڑی عدالت کی بجائے ہسپتال کیوں جا رہی ہے؟ ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ

آپ کو کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں اور آپ بہانے بازیاں کررہے ہیں۔ آج بھی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بارہ اکتوبر سے شروع کیا جائے وہ اس dictator کی support کر رہے ہیں جو عدالتوں کے سامنے پیش نہیں ہونا چاہتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ عدالتوں کی توہین کررہا ہے اور وہ عدالتوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھتا۔اس لیے آج وہ ملٹری ہسپتال میں لیٹا ہوا ہے اور وہاں پر لیٹ کر یا بیٹھ کر property dealing کررہا ہے اور اپنے لندن کے فلیٹ بیچ رہا ہے۔ وہ صہبا مشرف کے فلیٹ بیچ رہا ہے۔ لاکھوں پونڈ کے فلیٹ بیچ رہا ہے۔ وہ اپنے دبئی کے فلیٹ بیچ رہا ہے۔ یہ عجیب و غریب ہارٹ اٹیک ہے کہ وہاں پوری پوری property dealing ہورہی ہے۔

جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے، میاں نواز شریف اور موجودہ حکومت نے اپنا حق ادا کردیا ہے۔ اس سے پہلے Article-6 لگانے کی کسی کو جرات نہیں ہوئی بلکہ کسی نے اس بارے میں سوچا بھی نہیں اور اب لگ گیا ہے، عدالت کے پاس کیس ہے تو اب قوم کو متحد ہونا چاہیے، سیاسی لوگوں کو متحد ہونا چاہیے۔ آج اگر آپ ایک جرنیل کی حمایت کریں گے، ایک dictator کی حمایت کریں گے جس کی وجہ سے یہاں لال مسجد میں بچیاں شہید کی گئیں، جس کی وجہ سے پاکستان کے لوگوں کو امریکہ کے ہاتھوں بیچا گیااور انہی پیسوں سے فلیٹ خریدے گئے۔ ان کا کوئی احتساب کرنے والا نہیں ہے۔ یہاں بارہ مئی کا واقعہ ہوا، چیف جسٹس کو قتل کرنے کی سازش کی گئی۔ نشتر پارک میں56 علماء کی دھجیاں بکھیر دی گئیں اور ان کی لاشیں نہیں ملیں۔ آج اگر وہ آدمی مکافات عمل کا شکار ہورہا ہے تو کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ نہ کرو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر آئندہ بھی کوئی مشرف آئے۔ اس کا یہی مطلب ہے کوئی دوسرا مطلب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب conclude کرلیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں یہی گزارش کررہا ہوں کہ اگر ہمارے اندر انتقام کا جذبہ ہوتا تو ہم یوں نہ کرتے۔ ابھی تو پرویز مشرف کے ساتھ کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ ان پر کوئی دباؤ ہی نہیں اور وہ دباؤ کا شکار ہوگئے ہیں۔ دباؤ تو اس وقت ہوتا ہے جب family کو جیلوں میں ڈالا جاتا ہے، جب مکان پر قبضہ کیا جاتا ہے جیسے میاں نواز شریف کے ماڈل ٹاؤن والے مکان پر انہوں نے قبضہ کیا۔ یہ کہتے ہیں میں سب سے ایماندار آدمی ہوں۔ آپ کا چک شہزاد میں ایک ارب روپے کا مکان ہے۔ ایک ارب روپے سے زیادہ کا دبئی میں ہے۔ پچاس کروڑ کا کل آپ نے برائے فروخت کردیا ہے اور صہبا مشرف بیچ چکی ہیں۔ اس کے علاوہ پتا نہیں کتنے پلاٹ ہیں۔ بائیس گریڈ کے آپ ملازم تھے، اتنا کچھ ہونے کے باوجود ایک روپے کا بھی ٹیکس نہیں دیااور کہتے ہیں مجھ سے زیادہ ایمان دار آدمی کوئی نہیں ہے۔ ایسے ایماندار کی کوئی سیاسی آدمی کس منہ سے کسی dictator

کی support کرسکتا ہے۔ کیوں آپ اس وقت اس کو سہارا دے رہے ہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا۔ میں کسی کے مرنے یا اس کی قید کے حق میں نہیں ہوں لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟ اس کو بند ہونا چاہیے۔ آج جو وہ property dealing کر رہے ہیں اور جو کہتے رہے ہیں کہ میں کسی سے ڈرتا ورتا نہیں ہوں، اب تو نظر آرہا ہے سب کچھ کہ سب ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ وہ شاعر نے کہا ہے کہ ڈوبتے سورج کو وقت شام دیکھ، اور حسن والے حسن کا انجام دیکھ۔ بڑے ڈولے دکھائے ہیں آپ نے اب ملک صرف economy ٹھیک کرنے سے ٹھیک نہیں ہوگا بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ Rule of Law کیسے آئے گا۔ آج Rule of Law کا سوال ہے۔ مجھے بتائیں جو لوگ جیلوں میں قید ہیں وہ کل کو یہ نہیں کہیں گے کہ مجھے بھی اے ایف آئی سی میں داخل کردیں یا ہمیں کس بات کی سزا دی جارہی ہے۔ آج آئین توڑنے والے کو کہہ رہے ہیں کہ "غداری " کا لفظ ختم ہو جاتا ہے۔ چوہدری صاحب پر مجھے افسوس ہوا ہے کہ وہ اس ہاؤس کی انتہائی معزز شخصیت ہیں۔ ان کا بڑا خانوادہ ہے اور ان کے والد تو خیر بڑے ہی بہادر آدمی تھے۔ انہوں نے تو بڑی جرات کے ساتھ ڈکٹیٹر کا بھی مقابلہ کیا اور دیگر حالات کا بھی مقابلہ کیا اور انہوں نے کبھی کسی ڈکٹیٹر کے خلاف بات نہیں کی لیکن آج یہ کہا جارہا ہے کہ یہ غداری نہیں ہے۔ اگر یہ غداری نہیں تو اس کا مطلب ہے کل کو خدا نخواستہ جو آئین توڑے گا وہ بھی غدار نہیں ہوگا۔

Mr. Chairman: Thank you, thank you.

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جناب، میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں، اب ایک طرف وہ کہہ رہے ہیں کہ بلا گرفت میں ہے اور دوسری طرف بلاول بھٹو زرداری صاحب فرما رہے ہیں کہ قدم بڑھاؤ نواز شریف ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تیسری طرف خورشید شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ یہ احتساب بارہ اکتوبر سے شروع ہونا چاہیے۔ یہ بھی ایک عجیب و غریب بات ہی ہے۔ بہرحال وہ شعر ہے نا کہ

آؤ کچھ دوستی کی بات کریں، قوم کی بہتری کی بات کریں
ظلم کی رات اب تو بیت چکی، دن کی کچھ روشنی کی بات کریں
وہ تو بس تیرگی کی بات کریں، آؤ ہم چاندنی کی بات کریں
وہ تو بس اک سراب دکھلائیں، آؤ ہم پانیوں کی بات کریں
وہ تو دکھائیں تیر ہر مل کا، ہم تو قربانیوں کی بات کریں
وہ تھے بستی اجاڑنے والے، ہم ہیں بستی سنوارنے والے
وہ تھے گلشن اجاڑنے والے، ہم ہیں گلشن سنوارنے والے

چھوڑدو ان خصیص لوگوں کو، چھوڑدو ان کثیف لوگوں کو
آؤ انسانیت کی بات کریں، آؤ انسانیت کی بات کریں۔

وما علینا الا البلاغ۔

جناب چیئرمین: چوہدری شجاعت حسین صاحب۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! میں نے جو بات کی ہے وہ یہ تھی کہ 12 اکتوبر کو یہ نہیں کرنا چاہتے تو 03 نومبر کو لے لیں۔ 03 نومبر کا جو order ہے اس میں جن، جن لوگوں کے نام شامل ہیں، جن سے میں نے مشورہ لیا تھا ان سب کو اس میں شامل کر لیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ، کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی صاحب۔

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much. Mr. Chairman, provision of law and order is the basic responsibility of the Government.
آئینی طور پر اور morally بھی اور دنیا کی سیاست یہی کہتی ہے اور دنیا کی governance یہی کہتی ہے۔ And provision of law and order میں فیڈرل گورنمنٹ بہت بری طرح فیل ہوئی ہے۔ چاروں صوبائی اسمبلیاں اور چاروں صوبے بہت بری طرح فیل ہوئے ہیں۔ آج یہ حالت ہے کہ پاکستان کی غریب عوام اور پاکستان کے شہری کو کسی قسم کی security حکومت کی طرف سے نہیں ہے۔ ہر انسان ڈرتا ہے اور خوف سے بیٹھا رہتا ہے کہ آج میرا بچہ باہر نکلا ہے، میرا شوہر باہر نکلا ہے اور میرا باپ باہر نکلا ہے وہ خیریت سے واپس آئے گا یا نہیں۔ Nero fiddled while Rome burnt. Now the whole of Pakistan is burning and the whole of the Cabinet is fiddling. کسی قسم کی ہمیں vision نظر نہیں آرہی، کسی قسم کا ہمیں پروگرام نظر نہیں آرہا، کسی قسم کا ہمیں action نظر نہیں آرہا ہے کہ جو یہ دہشت گردی، criminalization, Talibanization, sectarianism اور جتنی بھی militancy Pakistan میں آگئی ہے اس کو ختم کرنے کے لیے نہ تو کوئی political will ہے اور نہ کوئی موزوں plan ہے۔ Security کی یہ حالت ہے کہ پاکستان کے عوام کی سیکورٹی کا تو کسی کو فکر نہیں ہے مگر ہمارے سابق چیف جسٹس کہتے ہیں کہ مجھے bulletproof گاڑی دی جائے۔ اس سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا ایک شخص اپنے آپ کو اتنا endangered سمجھتا ہے کہ اس کو bulletproof گاڑی چاہیے جبکہ وہ سابق ہے، وہ اب power میں بھی نہیں ہیں یا situation اتنی خراب ہے کہ وہ مجبور ہو گیا ہے مانگنے کے لیے۔ یہ جو sectarianism آگیا ہے، یہ جو لعنت

پاکستان کے اوپر آئی ہے یہ proxy war ہے۔ کبھی ہمارے عرب بھائی پیسا پھینک رہے ہیں، کبھی کوئی اور پھینک رہا ہے اور آپس میں لڑا رہے ہیں بھائی بھائی کو، کیونکہ ہم ہمیشہ سے پاکستان میں بھائیوں کی طرح اکھٹے رہے ہیں، ہمارے ایک دوسرے کے ساتھ رشتے بھی ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ کاروبار ہے، ایک دوسرے کے ساتھ ہم چلتے اور رہتے ہیں، محلے داری ہے اور بڑے پیار و محبت سے رہتے ہیں اور کوئی ایسی چیز ہے ہی نہیں، کسی کے دماغ میں یہ نہیں آتی جب تک یہ ڈالی نہیں جاتی۔ اس میں ہمارے علمائے دین کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ جو اچھے علمائے دین ہیں وہ تو یکجہتی، پیار و محبت کی بات کر جاتے ہیں مگر جو ہمارے عام مدرسوں سے نکلے ہوئے ہیں وہ brain washed ہیں اور وہ جلتی ہوئی آگ پر لکڑ پھینکتے ہیں کہ یہ زیادہ ہو۔

یہ آج کی جو بحث ہے to discuss the current political and security situation, security تو بہت بڑا subject ہے مگر political situation تو میں ایک sentence میں ختم کر دیتا ہوں کہ نہ کچھ کھانے کو ہے، نہ پینے کو ہے، نہ رہنے کو ہے اور نہ کوئی job creation ہو رہی ہے۔ حکومت مہنگائی پر بالکل کوئی توجہ نہیں دے رہی ہے۔ وہ آسمان پر چلی گئی ہے اور آج زیادہ تر پاکستان کے لوگ اپنے بچوں کو ایک وقت کا کھانا بہت مشکل سے کھلا رہے ہیں۔ اگر میں سچ بولوں اور ایمانداری سے ہر آدمی سوچے تو یہ جو بجلی کے بل آج کل آ رہے ہیں، اگر کوئی حق حلال کی کمائی کر رہا ہے تو وہ نہیں دے سکتا ہے۔ وہ اس وقت دے سکتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سکول سے نکال دے۔ وہ اس وقت دے سکتا ہے کہ وہ بچوں کو دو روٹیوں کی بجائے ایک روٹی کھلا دیں۔ وہ اس وقت دے سکتا ہے کہ جب وہ اپنا جینا بالکل حرام کر دے یا لوگوں سے قرض لے کر دے سکتا ہے۔ حکومت کی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ چھ مرتبہ پٹرول کی قیمت بڑھا دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ جو اس کے consequences ہیں وہ تو ان کو پتا نہیں ہیں، یہ تو سوئے ہوئے ہیں، کہ جب پٹرول کی قیمت بڑھتی ہے تو ہر چیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ پوری کی پوری مہنگائی آجاتی ہے۔ کوئی magistracy نہیں ہے، کوئی local bodies نہیں ہیں کہ جو prices کو کنٹرول کریں اور ہمارے عوام کو کوئی نہ کوئی سکھ، چین یا کسی طرح کی حفاظت دی جائے۔ Talibanization نے اتنا سخت اپنے آپ کو پھیلا دیا ہے کہ کراچی جیسے شہر میں طالبان کی کورٹس چل رہی ہیں۔ پانچ مہینے سے ایک آپریشن ہو رہا ہے۔ ابھی ایک معزز ممبر صاحب نے کہا کہ کراچی میں حکومت نے بڑا اچھا کام کیا ہے۔ Law and order situation improve ہو گئی ہے۔ اگر آپ کل کے اخبارات پڑھ لیں تو وہاں پندرہ افراد کو شہید کیا گیا ہے۔ Situation بہت اچھی ہو گئی ہے۔ بہت اچھا کام حکومت نے کیا ہے کہ

پندرہ افراد کا خون کل کراچی کی گلیوں میں بہایا گیا ہے۔ بچے kidnap ہوئے ہیں، ان کو اچھی طرح پتا ہے۔ بھتہ خوری اسی طرح چل رہی ہے، سب کو اچھی طرح پتا ہے۔ Criminal gangs اسی طرح کام کر رہی ہیں۔ روز criminal gangs کا آپس میں ٹکراؤ ہو رہا ہے، چار اس کے مارے گئے اور چار اس کے مارے گئے۔ یہ ہمارا بہادر اور آزاد میڈیا پورے پاکستان کو دکھا رہا ہے۔ سوائے ہماری law enforcing agencies کو یہ نظر نہیں آتا۔ Honourable Chief Justice of Supreme Court علاقے بتاتے ہیں کہ اس۔۔۔۔

(اس موقع پر مغرب کی اذان سنائی دی)

جناب چیئرمین: کرنل صاحب! Conclude کر لیں تا کہ نماز مغرب کے لیے وقفہ کر لیں۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: Honourable Chief Justice of Supreme Court certain علاقوں کے نام لیتے ہیں کہ ادھر arms' sketches پڑے ہوئے ہیں، ادھر گودام بھرے پڑے ہیں، ادھر دہشت گرد بیٹھے ہوئے ہیں، ادھر banned organizations کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، ان علاقوں میں کوئی آپریشن نہیں ہوتا۔ دس ہزار لوگ پکڑے گئے ہیں۔ Conviction nil, Courts میں کتنے لے کر گئے ہیں nil, یہ کس قسم کا آپریشن ہے؟ کیا میں یہ سمجھوں کہ غلط لوگوں کو پکڑا ہے۔ پاکستانیوں کو ذرا یہ سوچنا ہوگا کہ کیا ہو رہا ہے۔ ایم کیو ایم نے operation کی demand کی تھی کہ اس دہشتگردی کو ختم کراؤ، بھتہ خوری ختم کرو، kidnapping and ransom ختم کرو، bank robberies ختم کرو، مافیا کو ختم کرو، criminal gangs کو ختم کرو لیکن ادھر تو لوگ criminal gangs کے dinner پر جا رہے ہیں۔ دوسری طرف مافیا flourish کر رہا ہے۔ اسی طرح لوگ مارے جا رہے ہیں۔ اب سوچنے کی بات ہے۔ جناب! یہ صرف کراچی میں نہیں ہو رہا، آپ لاہور کی حالت دیکھیں، بھتہ خوری وہاں پر بھی جاری ہے، kidnapping and ransom وہاں پر بھی جاری ہے، قتل عام وہاں پر بھی ہو رہا ہے۔ اسی طرح آپ اسلام آباد کی حالت دیکھیں، ادھر بھی sectarianism ہے۔ آپ راولپنڈی کی حالت دیکھیں۔ خیبر پختونخوا کو دیکھیں جدھر آپ باہر نکل نہیں سکتے۔ جناب! یہ سب کچھ کب ختم ہوگا؟ ہماری حکومت کی حالت یہ ہے کہ وہ ڈری اور سہمی ہوئی ہے۔ اتنی بہادر قوم کی حکومت اس طرح کی ہو سکتی ہے کہ ہاتھ جوڑ رہی ہے کہ خدا کے لیے ہمارے ساتھ بات کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم بات نہیں کرتے۔ یہ کہتے ہیں please ہمارے ساتھ بات کرو۔ وہ کہتے ہیں ہم بات نہیں کریں گے، ہم bomb blast کریں گے، ہم آپ کی فوج کو

ماریں گے، ہم آپ کے غریب عوام کو ماریں گے، ہم آپ کی مسجدوں میں بم ماریں گے، ہم بارگاہوں میں bomb ماریں گے۔ ہم یہ کرتے رہیں گے اور تم جاؤ جو کچھ کرنا ہے، وہ کرو۔ پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ نہیں! بات کرو۔

جناب! آپ نے کس سے بات کرنی ہے، جو آپ کے آئین کو نہیں مانتے، کس سے بات کرنی ہے جو آپ کی judiciary آپ کے قانون کو نہیں مانتے۔ پاکستان کو توڑنے کے لیے انہوں نے ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں۔ وہ باغی ہیں۔ دنیا میں کوئی حکومت بھی باغیوں کے ساتھ talk نہیں کرسکتی جب تک وہ اس کے آئین اور قانون کو نہ مانیں۔ اگر آپ ان کے ساتھ بات کریں گے تو پھر آپ خود Constitution of Pakistan کی violation کریں گے۔

Mr. Chairman: Thank you.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Sir, I am the only speaker from my party.

Mr. Chairman: You had ten minutes and you have consumed that ten minutes time.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Sir, I have to get 15 minutes and not ten minutes.

Mr. Chairman: Babar Ghouri is your party leader. He can consume 15 minutes. The rule says the other speaker will have to consume only ten minutes.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Sir, in writing he has given me the right to represent him.

Mr. Chairman: You give me in writing then I will give you that opportunity in future.

ابھی ہم نے مغرب کی نماز کے لیے break بھی کرنی ہے، آپ پھر بعد میں بات کرلیں۔

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you sir.

جناب چیئرمین: جی صابر بلوچ صاحب۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب! میں تقریر نہیں کرنا چاہ رہا بلکہ ایک چھوٹی سی عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ مشاہد اللہ صاحب نے جنرل مشرف صاحب کے سلسلے میں جو بات کی تھی، اس بارے میں بات یہ ہے کہ as far as the Peoples Party is concerned, Peoples Party کا پالیسی بیان صرف چیئرمین بلاول بھٹو زرداری اور آصف علی زرداری دیتے ہیں. that is the policy statement of PPP اس کے علاوہ پارلیمنٹ میں خورشید شاہ صاحب جو کہتے ہیں that is not the policy of the Peoples Party.

Mr. Chairman: Thank you. Now the proceedings are suspended for 15 minutes for 'Maghrib' prayers.

[*The House was then adjourned for 15 minutes for 'Maghrib' prayers]*

[The House was then reassembled after Maghrib prayers with Mr. Deputy Chairman (Mr. Sabir Ali Baloch) in the Chair.]

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی کرنل صاحب! آپ continue کریں۔

سینیٹر کرنل (ر) سید طاہر حسین مشہدی: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب چیئرمین! جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا، سیاسی حالت تو یہ ہے کہ سیاست ہے ہی نہیں، security کی یہ حالت ہے کہ security ہے ہی نہیں، governance کا نام و نشان نہیں ہے۔ کسی طرح بھی پاکستان کے غریب عوام، دکھی عوام، پسے ہوئے عوام کے لیے کچھ کرنا تو بہت دور کی بات ہے، کوئی سوچتا بھی نہیں ہے۔ ایسے ایسے issues میں پڑ جاتے ہیں جو کہ ویسے تو academically بہت اچھے ہوتے ہیں۔ Discussions بھی بہت اچھی ہوتی ہیں اور وہ بڑی clever بھی لگتی ہیں، ان سے عوام بھی impress ہو جاتے ہیں کہ یہ بڑی اونچی باتیں کر رہے ہیں۔ مگر ہمارا جو اصل کام ہے وہ ہے عوام کی بھلائی، اس کی طرف تو ہم جاتے نہیں ہیں۔ ان کو ہم نے چھوڑ دیا ہے کہ وہ رل جائیں، روئیں، پیٹیں، دکھی رہیں، قرض میں جائیں، suicide commit کریں اور اپنی قسمت کو روئیں۔ اس پاکستان کے لیے جس کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دی تھیں ان کے آباؤ اجداد نے۔ وہ پاکستان جو قائد اعظم نے ایک liberal, modern, tolerant and democratic Pakistan بنایا تھا۔ کبھی ہم debate میں چلے جاتے

ہیں کہ جی ایسا ہونا چاہیے، ویسا ہونا چاہیے، ہمارے جو بزرگ تھے، جو ہمارے والدین تھے، جو ہمارے آباؤاجداد تھے، جنہوں نے پاکستان بنایا، وہ یہ سب debate کر بیٹھے ہیں۔ قائداعظم ایک طرف تھے اور باقی لوگ دوسری طرف تھے۔ ہمارے بزرگوں نے ان کو reject کر دیا تھا، ان کے ideas کو reject کر دیا تھا، ان کے خیالات کو reject کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں یہ liberal, modern and tolerant Pakistan چاہیے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس ملک کو tolerant سمجھیں اور جیسا کہ ہمارے قائداعظم نے ہمیں دیا تھا، اس کو ویسے سمجھیں اور اسی میں خوش رہیں۔ نہ کوئی نیا پاکستان بنانے کی کوشش کریں اور نہ ہم اپنے way of life کو change کریں۔

وقت آگیا ہے کہ ہم نے اپنے لوگوں کو ایک تو security دینی ہے اور دوسرا ان کی basic necessities of life کی طرف توجہ دینی ہے۔ مہنگائی کو کم کرنا ہے۔ یہ جو روزانہ، ہر ہفتے price hike کر دیتے ہیں، indirect taxation کر دیتے ہیں یہ بات غریبوں کو نقصان دیتی ہے۔ یہ جو آپ IMF کے کہنے پر bills کو بڑھا دیتے ہیں۔ وہ ٹھیک ہے، IMF کا کہنا ماننا انگریز ممالک کے لیے ٹھیک ہے لیکن ہمارے لیے ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ہم بہت غریب ملک کے باشندے ہیں۔ ہماری زیادہ تر آبادی غریب ہے، simple ہے اور وہ صرف یہ چاہتی ہے کہ دو وقت کی روٹی اور کچھ تحفظ ان کو دیا جائے۔ ہم تو وہ بھی نہیں دے سکے اور نہ دینے کی کوئی خواہش رکھتے ہیں اور نہ ہماری حکومت کا کوئی اقدام ہمیں نظر آتا ہے کہ وہ کچھ دیں گے۔

بلوچستان کی حالت ویسے کے ویسی ہی ہے۔ بلوچ بڑی بہادر قوم ہے، بڑی خوددار قوم ہے، وہ اپنے کلچر میں رہنے والے لوگ ہیں، ان کا پانچ ہزار سال پرانا کلچر ہے، ان کی traditions ہیں، ہم نہ ان کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ہم ان کی respect کرتے ہیں۔ ان کے اپنے resources تو ان کو ہم دیتے نہیں۔ وہ بہت political minded لوگ ہیں، انہوں نے ہمیں سیاست سکھائی ہے۔ بلوچستان سے بہت بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔ بڑے اچھے اچھے پاکستان کے سیاست دان آئے ہیں وہاں سے اور وہ بڑے دھیمے لوگ ہیں۔ ہم نہ ان کے راستے پر چلتے ہیں، نہ ہم ان کے ساتھ کوئی negotiations کرتے ہیں، نہ ہم ان کے جائز مطالبات مانتے ہیں اور نہ ہی ان کے کوئی جائز مسائل حل کرتے ہیں اور پھر ہم کہتے ہیں کہ جی سب کچھ ٹھیک ہے۔

جناب والا! missing persons کا معاملہ جو کہ بلوچستان کا بہت اہم مسئلہ ہے لیکن اس کو آج تک نہ سپریم کورٹ solve کر سکا ہے، نہ حکومت solve کر سکی ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Colonel *sahib*, now please wind up.

سینیٹر کرنل (ر) سید طاہر حسین مشہدی: اور نہ ہی اس کی کوئی خواہش ہے کہ وہ solve کرے کیونکہ کچھ نظر نہیں آتا۔ خیبر پختونخوا کو بھی discuss کرنا ہے تو اس کی بھی ویسے ہی حالت ہے۔ فاٹا کو تو بھول ہی جائیں۔ اس کو تو حکومت پاکستان بالکل بھولی ہوئی ہے۔ فاٹا کو تو پاکستان کا حصہ ہی نہیں سمجھتی۔ فاٹا کے لوگوں کو تو پاکستانی ہی نہیں سمجھا جاتا۔ ان کو تو ہر چیز سے deprive کیا گیا ہے۔ نہ ان کے پاس نوکریاں ہیں، نہ وہاں پر کوئی development ہے، نہ ان کا کوئی خیال کر رہا ہے، ان کو تو part of the great process of nation building میں لایا ہی نہیں جا رہا ہے، اس پر بھی توجہ کی ضرورت ہے۔

ان برے حالات میں اب وقت آ گیا ہے کہ حکومت تھوڑی سی توجہ دے پاکستان کے عوام کی طرف، پاکستان کے عوام کے مسائل کی طرف۔ ان کو security provide کرے، food prices control کرے، essential commodities, electricity and gas prices کو control کرے۔ آج گیس کی تو یہ حالت ہے کہ گھر میں کوئی کھانا نہیں پکا سکتا۔ گھروں میں گیس ہے ہی نہیں۔ یہ ایک قسم کا torture ہے۔ یہ ایک national torture ہے۔ The nation is being tortured. جناب والا! یہ چیزیں توجہ مانگتی ہیں اور مجھے امید ہے کہ حکومت اب جاگے گی اور کچھ نہ کچھ ہمارے غریب عوام کے لیے کرنے لگے گی۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ کرنل صاحب۔ مولانا صاحب! آپ اپنی سیٹ پر چلے جائیں۔ اچھا ٹھیک ہے۔ جی مولانا غفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔(عربی) جناب ڈپٹی چیئرمین میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس تحریک پر بات کرنے کی اجازت دی۔ جناب چیئرمین! اگر ہم پورے ملک میں امن و امان کا جائزہ لیتے ہیں تو کم از کم دو سے تین صوبوں میں مجھے حکومتی writ نظر نہیں آتی۔ بلوچستان مسلسل آٹھ نو سال سے بدامنی کی بھٹی میں جل رہا ہے، کئی گھر، کئی خاندان اجڑ گئے، کئی خاندان کے افراد اٹھا لیے گئے، جو اب تک لاپتا ہیں۔ ایک آدمی کی طبعی موت واقع ہو جاتی ہے، ہفتہ دس دن، ایک مہینے تک خاندان کے افراد افسوس کرتے ہیں، پریشان رہتے ہیں لیکن پھر اطمینان ہوتا ہے کہ چلو موت محمدی آئی، اللہ کی مرضی، راضی بلرضا ہو جاتے ہیں۔ کوئی حادثے کا شکار ہو کر مرتا ہے لیکن بلوچستان کے ایسے لوگ، ایسے نوجوان جو چھ، آٹھ

یا نو سال پہلے اپنے اپنے گھروں سے اٹھا لیے گئے اور اب تک کوئی پتا نہیں کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے ہیں۔ ان کے والدین، خاندان، اولاد مسلسل احتجاج پر ہیں اور انتظار میں ہیں کہ ہمارے بچے کب رہا ہو کر واپس گھر پہنچتے ہیں۔

کئی دنوں سے کوئٹہ سے ایک قافلہ چلا ہوا ہے۔ اس نے پہلے کراچی اور پھر کراچی سے اسلام آباد کی طرف انہوں نے رخ کیا ہے۔ یہ پیدل چلنے والے لوگ ہیں، یہ ان گمشدہ افراد کے ورثا ہیں، ان میں خواتین اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی شامل ہیں جو ان سردی کے دنوں میں پیدل چل رہے ہیں مگر بدقسمتی سے کوئی چیف منسٹر، کوئی وزیر داخلہ، کوئی وزیراعظم ان تک نہیں پہنچا، ان کی مزاج پرسی تک نہیں کی کہ تمہاری تکلیف کیا ہے، تمہاری بیماری کیا ہے، کوئٹہ سے چل کر کراچی پہنچے اور اب کراچی سے اسلام آباد کی طرف انہوں نے رخ کیا ہوا ہے۔ منزل بامنزل اسلام آباد کی طرف آرہے ہیں اور یہاں پہنچ کر بھی مجھے توقع نہیں ہے کہ ان کے پیارے بازیاب ہو سکیں گے۔ مسخ شدہ لاشوں کا سلسلہ اب بھی بدستور جاری ہے۔ آج کا اخبار آپ پڑھیں تو جناب چیئرمین! آپ کے مند کے علاقے میں راہ چلتے ہوئے تین آدمیوں کو گولیوں سے بھون ڈالا گیا۔ میرے شہر قلات میں، جہاں پر میرا گھر ہے، دس پندرہ دن ہوئے ہیں کہ دو بچیوں کو جو کہ بارہ تیرہ سال کی عمر کی تھیں، ان بچیوں کو اغوا کر کے پھر قتل کر کے ان کی لاشیں پھینک دی گئیں، آج تک ضلعی انتظامیہ سے باز پرس نہیں کی گئی، میں نے خود چیف منسٹر صاحب کے دفتر کو فون کر کے اطلاع دی کیونکہ چیف منسٹر صاحب بھی آج کل فون پر نہیں ملتے۔ جب چیف منسٹر صاحب نہیں تھے تو اس وقت تک تو وہ موبائل پر ملتے تھے لیکن آج کل نہیں ملتے، ان کو اطلاع کر دی گئی اور ان کو بتا دیا گیا کہ اتنا بڑا ظلم ہوا ہے کہ قلات کی تاریخ میں ایسا واقعہ ماضی میں کبھی پیش نہیں آیا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: پہلے ان کا فون کوئی نہیں سنتا تھا اب وہ دوسروں کے فون نہیں سنتے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: یہی حال ہے۔ میں ایک چیف منسٹر کی بات کروں سارے ماشاءاللہ کان اونچے ہوگئے ہیں، سننا گوارا نہیں کرتے۔ ہمارے علاقے کے لوگ اب بھی خوف زدہ ہیں، دہشت زدہ ہیں جیسے بتایا گیا کہ اگر کوئی گھر سے نکلتا ہے تو اس کے پیچھے فون آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وزیراعظم صاحب بلوچستان تشریف نہیں لائے، اچھی بات ہے آنا چاہیے لیکن کیا میں یہ بھی پوچھ سکتا ہوں کہ گورنر صاحب اور وزیراعلیٰ صاحب اپنے صوبے کے چھ مہینے میں اب تک کتنے اضلاع کا دورہ کر چکے ہیں، وہ بھی اپنے انتخابی اضلاع میں نہیں جا

سکتے۔ وزیر نہیں جاسکتے، وہاں حکومتی writ ختم ہو چکی ہے۔ اگر کوئی مجبوری ہوئی تو پھر تمام صوبے کی انتظامیہ، سیکورٹی افسران کو، سیکورٹی اداروں کو ہائی الرٹ کیا جاتا ہے تب جا کر چیف منسٹر صاحب یا گورنر صاحب بمشکل کوئی دورہ کرتے ہیں۔

یہاں سے ہم سندھ کو چلتے ہیں، ظاہر ہے کراچی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہمارا economy hub ہے، تمام قومیتوں کا مشترکہ شہر ہے، شہر ضرور ہے اور پاکستان کی تمام قومیتیں وہاں پر آباد ہیں مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ کراچی سندھ کا حصہ ہے اور سندھیوں کا ہے۔ آج کل آپ نے دیکھا ہوگا کہ جناب الطاف حسین صاحب کے عجیب و غریب بیانات روزانہ اخبارات کی شہ سرخیاں بن رہے ہیں۔ کبھی وہ فرماتے ہیں کہ سندھ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے، نمبر ۱ اور نمبر ۲، کبھی وہ فرماتے ہیں کہ کراچی کو الگ کیا جائے، کبھی وہ فرماتے ہیں کہ اگر اسی طرح کے حالات رہے تو پھر ہم الگ ہو جائیں گے۔ دوسرے دن تردید آجاتی ہیں کہ سیاق و سباق سے ہٹ کر بیان کو لیا گیا ہے۔

اس کے بعد ہم خیبر پختونخوا کا سفر کرتے ہیں تو یہاں پر ایک جماعت کی حکومت ہے اور وہی جماعت نیٹو سپلائی بند کرنے کے لیے احتجاج بھی کر رہی ہے اور مطالبہ یہ ہے کہ ڈرون حملے بند ہونے چاہیئں ورنہ نیٹو سپلائی یہاں سے نہیں جا سکتی۔ ایک آدھ ٹرالر وہ روک لیتے ہیں، باقی نیٹو سپلائی جاری ہے۔ یہاں پر سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر میں اس طرح کرتا تو میری روح پر الزام لگتا کہ یہ دہشت گرد ہے۔ یہ نقص امن و عامہ برباد کر رہا ہے، قانون کو ہاتھ میں لے رہے ہیں، مجھ پر تو فتویٰ لگ جاتا لیکن اگر تین مہینے سے ایک جماعت جس کی اپنی حکومت ہے اور یہ سب کچھ وہاں ہو رہا ہے، نہ وفاقی حکومت ان سے جواب طلبی کرتی ہے، نہ کوئی جماعت اس طرح کی لب کشائی کر رہی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ حکومتیں حکومتی سطح پر بیٹھ کر ہی مسائل حل کرتی ہیں۔ یہ کیسی حکومت ہے، یہ کیسی ریاست ہے، اگر بلوچستان سے ایک آواز آئے کہ ہمیں علیحدہ بلوچستان چاہیے جو کہ درست نہیں ہے لیکن اس کے خلاف تو فوج کشی ہو اور آپ ان کو ماریں، قتل کریں، وہاں مسخ شدہ لاشیں ملیں اور ایک آدمی لندن میں بیٹھ کر ایسا بیان دے تو اس کے بارے میں آپ کے ادارے اور سیاسی جماعتیں بھی خاموش ہیں۔ میں بڑا احترام کرتا ہوں لیکن جہاں تک ملک اور آئین کی بات ہے تو وہ ہم سب کے لیے ہے۔ آج ایک صاحب فرما رہے تھے کہ مولوی صاحبان کو شعور نہیں، یہاں عرب سے پیسے آتے ہیں۔ آپ ایک بات کرتے ہیں اور دوسری سے صرف نظر کیوں کرتے ہیں؟ یہاں فارسی بھی پیسے پھینکتے ہیں، پڑوسی ہو کر بھی وہ پیسے پھینکتے ہیں تو جہاں عرب قابل

مذمت ہیں وہیں فارسی بھی قابل مذمت ہونے چاہییں لیکن نہیں۔ جب تک ہم اس طرح سوچیں گے اور اس طرح سے مسائل کو لیں گے تو ان کا حل نہیں نکلے گا۔

جناب چیئرمین! یقیناً آج ہم پاکستان میں جو بھگت رہے ہیں یا پاکستان جو بھگت رہا ہے وہ پرویز مشرف کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے اور یہ مسائل ان کے اقتدار سے شروع ہوئے ہیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے۔ بارہ اکتوبر کو جنرل پرویز مشرف نے نہ صرف اقتدار پر قبضہ کیا بلکہ اس نے آئین توڑا، اس کو معطل کیا، پارلیمنٹ کے تقدس کو پامال کیا اور اس کے بعد اس کی پالیسیاں سامنے آئیں۔ بلوچستان ہو یا خیبر پختونخوا پورا ملک ان پالیسیوں کو بھگت رہا ہے۔ میں ذرا اختلاف سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ بارہ اکتوبر سے جنرل پرویز مشرف کا اقتدار شروع ہوتا ہے اور ان کے مستعفی ہونے تک یہ سلسلہ چل رہا تھا۔ کسی کی رائے یہ ہے کہ trial تین نومبر سے ہونا چاہیے لیکن میری رائے یہ ہے کہ اگر ہم نے اس دروازے کو ہمیشہ کے لیے بند کرنا ہے تو بارہ اکتوبر سے ہونا چاہیے۔ بارہ اکتوبر کو جتنے بھی لوگ تھے، چاہے جنرل ہوں، میرے قریب ترین دوست جنرل عبدالقادر صاحب تشریف فرما ہیں، جج ہوں یا سیاسی شخصیات ہوں جو ان کے ساتھ رہی ہیں---

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا صاحب، آپ چاہتے ہیں کہ جنرل عبدالقادر صاحب کا بھی trial ہونا چاہیے؟

سینیٹر عبدالغفور حیدری: اگر انصاف کرنا ہے تو پھر انصاف یہ ہے کہ اکیلے جنرل پرویز مشرف کو کٹہرے میں نہ لائیں، ان کے جو ساتھی تھے، اس اقتدار میں ان کی جتنی involvement تھی، آئین توڑنے، پارلیمنٹ کے تقدس کو پامال کرنے، اقتدار پر قبضہ کرنے، دو تہائی اکثریت والی حکومت کا اقتدار ختم کرنے اور خود اقتدار پر قبضہ کرنے میں---

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کے بیس منٹ ہو چکے ہیں، اب wind up کر لیں۔

سینیٹر عبدالغفور حیدری: میں آپ کے فائدے میں بول رہا ہوں۔ جناب والا! اگر انصاف کرنا ہے---، ہاں اگر اکیلے پرویز مشرف کو گھسیٹنا ہے تو پھر تین نومبر سے لیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ پھر انصاف نہیں ہو گا۔ جنرل پرویز مشرف کہتا ہے کہ جب حکومت ختم کی جا رہی تھی تو میں فضا میں تھا، میرا کیا قصور ہے؟ اس لیے وہیں سے لیا جائے تا کہ پتا چلے اور دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو جائے۔ یہ بات بڑی مضحکہ خیز ہے کیونکہ emergency وغیرہ سب کچھ اس کے اقتدار کا حصہ ہیں لیکن اگر آپ اس مسئلے کو چشمے سے نہیں لیں گے تو وہاں سے جو گدلا پانی

آئے گا اس سے نیچے کا سارا پانی بھی گدلا ہو گا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس کو وہیں سے لیا جائے۔ ہم اس سے آگے نہیں لے جانا چاہتے کہ جنرل ایوب، یحیٰی خان اور ضیاء الحق وغیرہ کو کٹہرے میں لایا جائے یا ان کی قبریں وغیرہ وغیرہ لیکن اگر ان سے شروع کرنا ہے تو پھر وہاں سے شروع کریں اور اگر آپ نے راستہ روکنا ہے تو اس کے لیے یہ سب کچھ کرنا ہو گا۔

جناب عمران خان صاحب نے الیکشن میں تو قوم کو سبز باغ دکھائے اور اب کالا باغ دکھا رہے ہیں۔ پہلے سبز اب کالا، بات سمجھ میں آ رہی ہے؟ پہلے اس نے قوم کو سبز باغ دکھایا اب کالا باغ کی بات کر کے ایک نیا مسئلہ پیدا کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ریاست کہاں ہے؟ عمران خان اپنی مرضی کرے، کراچی کے دوست اپنی مرضی کریں، بلوچستان اپنی مرضی کرے، پنجاب اپنی مرضی کرے تو ریاست کہاں ہے؟ ریاست کی بھی writ ہونی چاہیے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ریاست کو متحرک ہونا چاہیے کیونکہ ریاست کی بھی ذمہ داری بنتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے اٹھارھویں ترمیم میں صوبوں کو اختیارات دیے ہیں، اب صوبے جانیں اور ان کا کام۔ پھر ٹھیک ہے، کل کوئی صوبہ کوئی اور بات کہہ دے جیسا کہ آج کل کہا جا رہا ہے تو پھر اس کو اجازت ہونی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں کوئی صوبہ کوتاہی کرے، اس کی گوشمالی ہونی چاہیے۔ اس طرح سے مسائل حل نہیں ہوں، جب تک سر جوڑ کر نہ بیٹھیں، سب کو باہم نہ ملائیں، ماضی میں بھی APCs ہوتی رہیں۔۔۔ طالبان کی بات کی جا رہی ہے، مجھے یہ کوئی سنجیدہ بات نہیں لگتی۔ اس بات کی ضرورت ہے اور میری آخری گزارش یہ ہے کہ ہم جب تک ماضی اور آمر کی revisit policies نہیں کریں گے اور از سر نو اپنی policies تشکیل نہیں دیں گے، ہم یہاں پر ہزار چیخیں، چلائیں، دیواروں کو سنائیں، کچھ بھی نہیں ہو گا۔ اس لیے ہمیں سابقہ revisit policies کرنی ہوں گی، ان کو دیکھنا ہو گا اور قومی خواہشات کے مطابق ملکی مفاد میں policies تشکیل دینی ہوں گی۔ تب ہی ملک میں امن آ سکتا ہے، تب ہی economy بہتر ہو سکتی ہے اور آپ energy crisis پر قابو پا سکتے ہیں۔ ملک میں امن نہیں ہو گا تو آپ ترقی نہیں کر سکیں گے۔ باقی تمام ادارے اسی طرح تباہ و برباد ہوتے جائیں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا صاحب، آپ نے جنرل عبدالقادر کو اپنا قریبی عزیز کہا لیکن آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ جنرل عبدالقادر صاحب بھی اس بڑے جنرل کے victim رہے ہیں۔ یہ خود اس کا شکار رہے ہیں۔ اسحاق ڈار صاحب۔

Point of Order: Tax Issues of Parliamentarians

سینیٹر محمد اسحاق ڈار (وفاقی وزیر خزانہ): شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی اجازت سے پچھلے ہفتوں سے جو unnecessary debate چل رہی ہے اس سلسلے میں اپنے ساتھیوں کو confidence میں لیناچاہتا ہوں۔ Obviously Parliamentarians کو misunderstanding کے basis پر malign کیا جا رہا ہے، پچھلے ہفتے Public Accounts Committee نے بھی اس کی ایک hearing کی ہے اور relevant department Federal Board of Revenue کو بلایا۔ یہ کہا جا رہا ہے اور یہ بات اب internationally شروع ہو گئی ہے کہ ہیلری کلنٹن اٹھتی ہیں تو یہی بات کرتی ہیں کہ پاکستان کے parliamentarians tax نہیں دیتے تو ہم کیوں دیں، UK کے منسٹر اٹھتے ہیں تو وہ بھی یہی بات کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ چاہے وہ سینیٹر ہو، نیشنل اسمبلی کا یا صوبائی اسمبلی کا ممبر ہو، اس کی salary سے ٹیکس کٹ جاتا ہے اور یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہمارے کچھ ساتھیوں کی معصومیت کہہ لیں یا ان کا ماضی کا experience ہو گا کہ انہوں نے اپنا tax number نہیں لیاہوا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں پچھلے سال چوہدری اعتزاز احسن صاحب کی سیٹ پر بیٹھا تو یہ issue اس وقت اٹھا تھا تو میں نے FBR کو کہا تھا کہ ہمارے جو سینیٹ، نیشنل اسمبلی یا پاکستان کی صوبائی اسمبلی میں ساتھی ہیں، ان کو مہربانی کرکے پکڑ کر NTN number allot کر دیں کیونکہ وہ بیچارے tax pay کر رہے ہیں اور وہ بدنام بھی ہو رہے ہیں، یہاں نیچے kiosk بھی کھولا گیالیکن وہ بابو آدمی ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ وہ خود چل کر آئیں، وہ کنواں ہے، پیاسا ان کے پاس چل کر آئے۔ اس میں کمی ضرور آئی، لوگوں نے NTN numbers لیے لیکن ہمارے سینیٹ کے، قومی اسمبلی کے اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے تقریباً 12% parliamentarians نے ابھی بھی NTN number نہیں لیے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں ہم سے شروع ہونی چاہییں۔ ایک message جو غلط جا رہا ہے کہ شاید parliamentarians tax ادا نہیں کر رہے، یہ حقیقت نہیں ہے۔ تمام parliamentarians چاہے وہ صوبے میں ہوں، چاہے سینیٹ میں ہوں یا نیشنل اسمبلی میں ہوں، ان کی salary سے tax at source کٹتا ہے۔ ہمارے جو عالمی بھائی اور ساتھی ہیں، ان کو چونکہ information نہیں ملتی، میں ان کو blame نہیں کرتا، جب ان کو information نہیں ملتی اور ان کو NTN number نہیں ملتا تو وہ کیا کریں تو وہ یہی رپورٹ کرتے ہیں۔

Frankly میں دو چار روز سے اس معاملے پر tense تھا کہ خوامخواہ میں بدنامی ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے debate شروع ہوئی کہ FBR نے ٹیکس کی تفصیل شائع کر دی حالانکہ جب 2013 کے الیکشن ہوئے تو ECP نے جو بھی الیکشن لڑ رہا تھا اس کی information State Bank سے بھی مانگی اور FBR سے بھی مانگی۔ یہ information ان کو دی گئی اور الیکشن لڑنے والوں نے statements of assets and liabilities جو 30 جون 2012 کے تھے، ساتھ لگائے، حالانکہ میں الیکشن نہیں لڑا، میں اس وقت اس ہاؤس میں کھڑے ہو کر تمام parliamentarians کی بات کر رہا ہوں، یہ میری ذمہ داری ہے as Minister for Finance and Revenue to ensure کے میرا کوئی ساتھی بھی پاکستان میں جہاں پر بھی ہے وہ غیر ضروری malign نہ ہو، اگر اس کی کوئی غلطی ہے، اگر اس نے کوئی conceal کیا ہے، اس نے کوئی چیز پوری نہیں کی تو ضرور بتائیں۔ میں نے check کروایا کہ FBR نے یہ information کیوں publish کی اور یہ کیسے آئی تو پتا یہ چلا کہ یہ تو Election Commission of Pakistan نے مانگی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ there seems to be a lapse کہ Election Commission of Pakistan کو انہوں نے جو اپنے statements of assets and liabilities دیئے تھے اس کو تو وہ اپنے website پر ضرور ڈالتے لیکن وہ information جو انہوں نے FBR سے یا State Bank of Pakistan سے لی تھی ان کو Federal Government کی اجازت لینی چاہیے تھی کیونکہ law میں موجود ہے، Federal Government can give permission کہ آپ کسی information کو public کر سکتے ہیں کہ نہیں کر سکتے۔ مجھے نہیں پتا کہ وہ process caretakers کے زمانے میں پورا ہوا یا نہیں ہوا، میں اس debate میں نہیں پڑنا چاہتا لیکن having said that I believe کہ ہم جو ان Houses میں 18 کروڑ عوام کی نمائندگی کر رہے ہیں، ہم سب کو high moral pedestal پر رہنا ہے، ہم نے اپنے آپ کو ایک مثال کے طور پر پیش کرنا ہے اور ہمیں یہ دکھانا ہے کہ بھائی کوئی چھپانے والی بات نہیں ہے، شفافیت ہے اور شفافیت رہے گی۔

اس حوالے سے جو کچھ comparison ہوا، اس comparison میں 30 جون 2012 کے figures لیے گئے اور دوسری طرف تمام لوگوں نے اپنی returns select ہونے کے بعد تین مہینے میں 15 ستمبر کو file کی ہیں، وہ 30 جون 2013 کی returns ہیں، اس میں بھی ایک confusion ہوا۔ تیسرا confusion یہ ہوا کہ آپ market value کو cost سے compare کر رہے ہیں۔ میں honestly believe کرتا ہوں کہ ہمیں ensure کرنا چاہیے کہ

کوئی misunderstanding or disinformation یا کوئی gap نہ رہے۔ یہ سوال بھی کیا گیا کہ FBR نے information کیوں دی، وہ قانون میں موجود ہے اور یہ Income Tax Ordinance 2001, as amended up to recently, اس کی طرف میں سب کی توجہ مبذول کراؤں گا۔ Section 216 اس کا Sub-section(6) ہے اور Sub-section(1) کیا کہتا ہے:

> "Any statement made, return furnished, or accounts or documents produced under provisions of this Ordinance.
>
> (b) any evidence given, or affidavit or deposition made, in the course of any proceedings under this Ordinance, other than proceeding under part IX of chapter X,
>
> (c) any record of any assessment proceeding or any proceeding relating to the recovery of a demand,
>
> shall be confidential and no public servant save as provided in this Ordinance may disclose any such particulars."

یہ ہمارا Sub-section(1) ہے لیکن جب آپ Section 6 پر جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ

> "Nothing contained in sub-section(1) shall prevent the Federal Government from publishing particulars and amount of tax paid by a holder of a public office."

یہ 93-1992 میں بھی پاکستان میں پہلی مرتبہ publish ہوا اور 94-1993 میں بھی publish ہوا، اس کے بعد یہ practice discontinue کر دی گئی۔ میں نے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اور representing Federal Government آج FBR میں دو فیصلے کیے ہیں، ایک یہ ہے کہ FBR has now been directed کہ ان تمام ساتھیوں کا جن کا NTN number نہیں ہے، یہ ان سے رابطہ کریں، ان کے پاس جائیں اور 31 جنوری تک ان کو NTN number issue کریں۔ میں سمجھتا ہوں ان معصوم لوگوں کی بدنامی صرف اس وجہ سے ہو رہی ہے کہ ان کے پاس NTN number نہیں ہے اور ان کے national identity card پر

ٹیکس کٹ رہا ہے یا جمع ہو رہا ہے۔ اس سے ambiguity ختم ہو گی۔آپ mind میں رکھیں کہ یہ tax returns 30th June, 2013 تک کے ہیں۔ نمبر 2 یہ کہ اس return کو file کرنے کی due date 16th December 2013 تک تھی، سب ساتھی including parliamentarians and any other assessees could have filed personal return. یہ 16th December تک آ چکی ہیں، ان returns کو returns 31 جنوری تک دیکھا جائے گا کہ ہمارے وہ ساتھی جن کا ٹیکس کٹا ہے، چاہے وہ سینیٹر ہو، چاہے وہ نیشنل اسمبلی کا یا Provincial Assembly کا ممبر ہو، ان کا اگر NTN number نہیں ہے تو ہم ان کو NTN number allot کریں گے تا کہ ان کے بارے میں یہ نہ تصور کیا جائے کہ وہ ٹیکس چور ہیں یا tax pay نہیں کر رہے۔

دوسرا یہ کہ پورے پاکستان کے parliamentarians کی تفصیل 15 فروری 2014 کو Under Section 216 Sub-section (6) اس tax detail کو public کر دیا جائے گا۔ So, let's start from the parliamentarians کہ parliamentarians نے کتنا tax pay کیا ہے as per this law, it will be made public. This will be phase one. اس کام کو ختم کرکے پاکستان کے تمام tax assessees کی tax detail کو بھی public کیا جائے گا،

that may take another two months. So, let's take head on this challenge and Insha Allah we will succeed. So, we have decided this thing, I wanted to share this with the House. Thank you Mr. Chairman.

جناب ڈپٹی چیئرمین: بی بی سحر کامران صاحبہ! آپ کو تقریر کرنی ہے یا آپ point of order پر ہیں؟ Point of order تو debate ختم ہونے کے بعد کریں۔ جی اعتزاز احسن صاحب۔

سینیٹر چوہدری اعتزاز احسن (قائد حزب اختلاف): جناب چیئرمین! میں صرف ایک جملہ عرض کروں گا کہ میں وزیر خزانہ صاحب کا مشکور ہو ں کہ انہوں نے parliamentarians کے دفاع میں وضاحت کی کہ ہر parliamentarian tax دیتا ہے۔ باہر جو جگ ہنسائی ہو رہی انہوں نے اس کی بھی وضاحت کی ہے، ہم ان کے مشکور ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی خالدہ پروین صاحبہ۔

سینیٹر خالدہ پروین: شکریہ جناب چیئرمین! یہ ایوان آج جس موضوع پر بحث کر رہا ہے اس کا گہرا تعلق ہمارے ریاستی اور نظریاتی نظام سے ہے جس نے گزشتہ کئی عرصوں میں ہمارے ملک اور جمہوریت کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں۔ اگرچہ آج کی سیاسی صورت حال کو ہم نے راولپنڈی، کراچی، فاٹا اور بلوچستان تک محدود کر دیا گیا ہے لیکن یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کی لپیٹ میں ہمارا پورا جمہوری اور عدالتی نظام ہے۔معاشی بے انصافی، سیاسی تعصب، عدالتی جانبداری اور ریاستی جانبداری کے تمام سلسلے ہماری سیاسی سوچ اور تعصب سے ملتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اٹھارھویں صدی کے ایک فرانسیسی مفکر Montesquieu نے اپنی کتاب "The spirit of Laws" یعنی روح قانون میں لکھا ہے کہ سیاسی تعصب وہ عفریت اور بدی ہے جو برائی کے وسیع نظام کو تشکیل دیتی ہے جس میں تمام نیکیاں، اچھائیاں اور اخلاقیات ختم ہو جاتی ہیں۔اس فرانسیسی مفکر کی کتاب کے اشاعت کے 31 سال بعد فرانس میں ایک خونی انقلاب آیا جس نے پورے ریاستی ڈھانچے کو نیست و نابود ہی نہ کیا بلکہ اس کے اثرات پوری عالم انسانی پر مرتب ہوئے۔ آج ہمارا پورا پاکستان بھی ایسے ہی سیاسی تعصب کا شکار ہے جس کا سامنا اٹھارھویں صدی میں فرانس کو تھا۔

جناب چیئرمین! اگرچہ ہم نے سیاسی تعصب کی کڑی سزا 1971 میں پائی لیکن ہم نے تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا سیاسی تعصب آج 1971 کی نسبت کہیں زیادہ اور گھمبیر شکل اختیار کر گیا ہے۔آج نیکی اور برائی میں فرق ختم ہو گیا ہے۔سچ اور جھوٹ میں تفریق مشکل بنا دی گئی ہے۔ قانون، اخلاقیات اور مذہبی ضوابط کو پامال کر دیا گیا ہے۔میں بڑے ادب سے کہتی ہوں کہ اس معزز ایوان میں تواتر کے ساتھ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کیا جاتا ہے۔ ہر تلخ حقیقت کو محض پروپیگنڈے کے ذریعے رد کر دیا جاتا ہے۔ یہ پورا ایوان چیخنے چلانے والا ایوان بن چکا ہے جس کی قدر و منزلت نہیں رہی۔ اس کے آگے کوئی جوابدہ نہیں اور اس کا کوئی استحقاق نہیں تو اس طرح کا نظام زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ اس وقت سیاسی صورت حال، سیاسی تعصب اور جانبداری میں بدل دی گئی ہیں۔ میں نے 1965 میں ایوب خان کی قومی اسمبلی میں مشرقی پاکستان سے تعلق رکھنے والے اراکین کی تقاریر کا مطالعہ کیا تو پتا چلا کہ اس وقت مشرقی پاکستان کے اراکین اور قائد حزب اختلاف ان خدشات اور سیاسی تعصبات کا رونا روتے رہے جس کا رونا ہم آج رو رہے ہیں لیکن ان کے مدمقابل حزب اقتدار ایسے ہی کھوکھلے نظام کی حمایت میں دلائل دیتے رہے جیسے آج حزب اقتدار دے رہی ہے۔

جناب چیئرمین! بارہ جون 1965 کو قائد حزب اختلاف مرحوم نورالامین نے اپنی بجٹ تقریر میں پوری قومی اسمبلی کو خبردار کیا تھا کہ مشرقی پاکستان میں معاشی بدحالی عروج پر ہے، اعلیٰ تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوان ہاتھوں میں ڈگریاں لیے ہوئے گلیوں میں بھٹک رہے ہیں اور ناامید ہیں۔ انہیں سرکاری اداروں میں جان بوجھ کر ملازمت نہیں دی جا رہی۔ ان کی صلاحیت، قابلیت اور وفاداری کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کے اندر بے چینی بڑھ رہی ہے مگر مرکزی حکومت نے اس کو صوبائی معاملہ قرار دے دیا۔ اس وقت کے قائد حزب اختلاف نے حکومت کو خبردار کیا کہ اگر اس کا ازالہ نہ کیا گیا تو نوجوانوں کی بغاوت کا ایک طوفان اٹھے گا جو سب کچھ بہا کر لے جائے گا۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد 22 جون 1965 کو اس وقت کے وزیر خزانہ محمد شعیب نے بجٹ پر بحث کو wind up کرتے ہوئے تقریر کی۔ انہوں نے ایوان کو یقین دلایا کہ اس بجٹ میں قومی وسائل کی مساوی تقسیم کو یقینی بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے پھر یہ موقف بھی اختیار کیا کہ جن معاملات کی جانب قائد حزب اختلاف نے توجہ دلائی ہے وہ صوبائی معاملہ ہے۔آج ایک بار پھر میں اس ملک میں 1965 والی صورت حال دیکھ رہی ہوں۔

جناب چیئرمین! میں نے 18 دسمبر 2013 کو وفاقی پبلک سروس کمیشن کے بارے میں اس ایوان میں متعدد سوالات کیے جن کے جوابات نے مجھے چونکا دیا۔2013 کے مقابلے کے امتحانات میں تقریباً سولہ ہزار نوجوانوں نے درخواستیں دیں، گیارہ ہزار کے قریب نے امتحانات دیے اور دوسواڑتیس امیدواروں نے تحریری امتحان پاس کیا۔ یہ بات غور طلب ہے کہ کامیاب ہونے والے دو سو اڑتیس میں سے ایک سو بائیس خوش نصیب وہ ہیں جن کی تعلیمی اہلیت صرف گریجویشن ہے۔ جن یونیورسٹیوں کے ایک سو بائیس گریجویٹ کامیاب ہوئے ان ہی یونیورسٹیوں کے ایم فل اور پی ایچ ڈی ڈگریاں رکھنے والے امیدوار فیل ہوگئے۔

جناب چیئرمین! اس میں مجموعی طور پر جن کے آٹھ سو نمبر تھے وہ بھی اس امتحان میں فیل ہوگئے اس کے برعکس چھ سو نمبر حاصل کرنے والے امیدواروں کو کامیاب قرار دے دیا گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ دوسو اڑتیس کامیاب ہونے والے امیدواروں میں لاہور کے اٹھانویں امیدوار ہیں اور اسلام آباد، راولپنڈی کے اکاون، فیصل آباد کے چودہ، سرگودھا اور سیالکوٹ کے دو، دو امیدوار کامیاب ہوئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بی بی دس منٹ ہوگئے ہیں conclude کرلیں۔

سینیٹر خالدہ پروین: بس میں مکمل کرتی ہوں- جناب والا، مجموعی طور پر وسطی پنجاب سے تعلق رکھنے والے کامیاب امیدوار جو تھے وہ صرف بارہ ہیں اس طرح یعنی پورے پاکستان سے تعلق رکھنے والے کل کامیاب امیدوار صرف ستر ہیں- جناب والا، ججوں کی تعیناتی سے لے کر اعلیٰ افسران کی بھرتی تک سیاسی تعصب جگہ جگہ نظر آتا ہے- جو قومیں اپنے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ساتھ ناانصافی کرتی ہیں وہاں پر صورت حال انتہائی تشویشناک ہوجاتی ہے- ایسی سیاسی صورت حال جس کی بنیاد امتیاز، تفریق اور تعصب ہو، ملک کے تمام ریاستی ڈھانچے پر اثر انداز ہورہی ہے- تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوان چاہے وہ سندھ کا ہو، بلوچستان کا ہو، فاٹا کا یا جنوبی پنجاب کا ہو، وہ جب ناامید ہوتا ہے تو ملک چھوڑ دیتا ہے یا پھر اس کی نظر میں ریاست کی کوئی اہمیت نہیں رہتی- جب وسائل کی تقسیم نچلی سطح تک کی بات کی جاتی ہے، سوال پوچھا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ صوبائی معاملہ ہے- جب پسماندہ اضلاع کا پیسا بڑے اور ترقی یافتہ اضلاع پر خرچ ہوگا تو لوٹ مار کا یہ اقتصادی نظام مساوات کی نفی کرتا ہے جس کے تدارک کے لیے اگر کوئی اقدامات نہ کیے گئے تو یہ وہ سیاسی صورت حال ہے جس نے حکمرانی کے مکمل ڈھانچے کو تباہ و برباد کردیا ہے- اس وقت پاکستان میں دو طبقے رہتے ہیں ایک طاقتور اقلیت اور دوسری کمزور اکثریت- علاقائی تخصیص سے قطعہ نظر یہ طبقے ہر جگہ نظر آئیں گے- ان کا تعلق پاکستان کے کسی بھی صوبے، سندھ، پنجاب، بلوچستان یا خیبرپختونخواسے ہو اگر ہم نے اس صورت حال کو جوں کا توں رہنے دیا تو پھر خدا نہ کرے ہمیں پھر کسی دوسرے المیے کے لیے تیار رہنا پڑے گا- شکریہ-

جناب ڈپٹی چیئرمین: بڑی مہربانی- شاہی سید صاحب-

سینیٹر شاہی سید: شکریہ- جناب چیئرمین! سیکیورٹی اور موجودہ صورت حال پر میں ہرگز موجودہ حکومت کو سو فیصد قصوروار نہیں سمجھتا، یہ ہمارا دیرینہ مسئلہ ہے اور پرانی غلطیوں کا نتیجہ ہے- اس کے انجام میں ہمارے پچھلے پانچ سال آدھی ناکامی، آدھی کمزوری میں گزرے اور جو موجودہ جو سات مہینے گزرے ہیں یہ بھی کچھ ان سے مختلف نہیں ہیں- میں یہ ضرور مانتا ہوں کہ الیکشن میں ہمیں عوام نے اس لیے ووٹ نہیں دیے کہ ہم نے ان کو امن نہیں دیا تھا- ہم نے صوبے کو نیا نام بھی دیا تھا، ہم نے اچھی خاصی achievements کی تھیں جو ہماری پارٹی پالیسی میں شامل تھیں لیکن جو نہیں دیا تھا وہ امن تھا- موجودہ سات مہینوں کی جو situation ہے، وہ اس سے بدتر ہے- اس کے متعلق ہمارے مرکزی صدر اسفندیار ولی صاحب نے کہا تھا کہ میرے بچے کا علاج ہوجائے چاہے حکیم کی دوائی سے ہو، چاہے ڈاکٹر کی دوائی سے- ہم چاہتے ہیں کہ بات سے ہی

مسئلہ حل ہو، table talk کریں، بات کریں، مذاکرات کریں، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کئی لوگ بولتے ہیں کہ بس مذاکرات کرنے ہیں۔ مذاکرات کرلیں۔ مذاکرات چاہے آپ مولانا سمیع الحق صاحب کے through کریں یا مولانا عمران صاحب کے توسط سے کریں یا مولانا منور حسن کے through کریں مگر میرے بچے کو امن دے دیں۔ ہم امن کے خواہاں ہیں۔

اگر کچھ لوگ ذہن پر زور ڈالیں، ہمارے فاٹا میں اور خاص کر سوات اور بونیر میں ہم اس تسلسل سے گزرے ہیں، عوامی نیشنل پارٹی نے اس سلسلے میں 850 کارکنوں کی لاشوں اور شہادتوں کی قربانی دی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: حیدری صاحب! آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے، انہوں نے عمران خان صاحب کو مولانا کہا ہے؟

سینیٹر شاہی سید: میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا نام بھی ساتھ لیتا ہوں، ان کے through بھی بات کریں۔ انہوں نے کافی کام کیا، tribal جرگے کو اکٹھا کیا، وقت لگایا۔ آج آپ کبھی مولانا سمیع الحق کے پاس جاتے ہو، کسی ایک کو توراضی کرو، وہ دونوں آپس میں نہیں مل رہے۔ بدقسمتی کی بات ہے کہ سوات اور بونیر میں علاقے کے بڑوں کو مارا گیا۔ جو tribal کا بڑا تھا، اس کو شہید کردیا گیا۔ اسی طرح کراچی میں بھی کوئی بولنے والا نہیں بچا، جو بولا اسے شہید کردیا گیا۔ سوات میں بھی پھر یہی پوزیشن ہوئی اور آج کراچی میں بھی یہی پوزیشن ہے۔ صرف پولیس کی وردی کو دیکھ کر مارتے ہیں، نہ پٹھان کو مارتے ہیں، نہ پنجابی، نہ سندھی اور نہ بلوچی کو۔ پولیس کی وردی کو دیکھ کر مار رہے ہیں۔ کل بھی آپ نے ٹی وی پر دیکھا کہ ہمارے آفس پر، ایک دکان پر grenade پھینکا گیا اور دو پولیس والے شہید ہوئے۔ کراچی میں اگر شہیدوں کی list نکالیں تو ANP سے زیادہ list پولیس کی ہے۔ وہ بھی ہمارے بچے ہیں۔ رینجرز کو مارتے ہیں، FC کو مارتے ہیں، SSP کا سر کاٹ کرلے جاتے ہیں اور فوج کے جنرل کو بھی مارتے ہیں۔ اب کہتے ہیں کہ مذاکرات کرنے ہیں تو کریں نا بھائی، کس نے روکا ہے۔ آپ ان سے بات کریں، آپ ان کی منت کریں، آپ ان کے پاؤں پڑیں لیکن مجھے امن دے دیں۔ بلاشبہ یہ اٹھارہ کروڑ عوام کی demand ہے، میری نہیں ہے۔ ان لوگوں نے آپ کو اگر انتخابات میں کامیاب کیا اور آپ نے فخریہ انداز میں کہا کہ لوگوں نے پیپلز پارٹی اور ANP کو reject کردیا، بصد سلام یہ قبول ہے مگر ان کی خواہش تو پوری کرو۔ وہ آپ سے امن چاہتے ہیں، آپ سے روزگار چاہتے ہیں۔ جس ملک میں سپاہی سے لے کر جنرل تک شہید کیا جائے، کسی بھی قومیت کے بڑے کو، چھوٹے کو مارا جائے، نہ گرجا گھر محفوظ ہے، نہ مسجد محفوظ ہے، نہ شیعوں کی امام بارگاہ محفوظ ہے، ان حالات میں جنرل مشرف صاحب

کے کیس کی بڑی اہمیت ہے، بالکل ہے مگر جنرل صاحب کی اس غلطی میں ایک سترھویں ترمیم بھی آئی تھی جس ترمیم کو سپریم کورٹ نے بھی کہا کہ ہمارے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، صحیح ہے، pass ہے۔ جب اٹھارھویں ترمیم آئی، سپریم کورٹ کو بھی ہوش آگیا اور کہا کہ ہمارے پاس بھیجو۔ اس جرم میں کافی لوگ involve ہیں۔

کوئی ایک لیڈر کراچی کے مقدر کا فیصلہ نہ کرے۔ کراچی منی پاکستان، چھوٹا پاکستان ہے۔ اس میں ساری قومیتیں آباد ہیں۔ کراچی سندھ کا دارالحکومت ہے۔ سندھ، سندھیوں کا ہے، خدا ان کے بچوں کو نصیب کرے۔ ہم سندھ میں خوش ہیں۔ پاکستان کے آئین اور قانون کے مطابق ہم وہاں باعزت روزگار بھی حاصل کررہے ہیں، نوکریاں بھی کررہے ہیں، وہاں رہائش پذیر بھی ہیں، ہم عزت سے وہاں رہ رہے ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ اس ملک میں discrimination اگر ہے تو غریب کے ساتھ ہے، وہ اٹھارہ کروڑ عوام میں پنجابی کے ساتھ بھی ہے، سندھی کے ساتھ بھی ہے، بلوچ کے ساتھ بھی ہے، وہ پختون کے ساتھ بھی ہے اور وہ اردو بولنے والے کے ساتھ بھی ہے۔ کسی ایک قومیت کے ساتھ نہیں ہے۔ کہیں بھی غریبوں کا issue discuss نہیں ہورہا۔ کسی ایک لیڈر کے بیان پر سو چینلز continuous بات کررہے ہیں لیکن اٹھارہ کروڑ عوام کے مسئلے پر کوئی ٹس سے مس نہیں ہورہا۔

الیکشن میں ہمارے سندھ سے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دو MPAs تھے۔ دونوں جگہ دھماکے ہوئے، ایک میں سترہ لوگ شہید ہوئے، دوسرے میں چودہ لوگ شہید ہوئے، چھپن اور ساٹھ ساٹھ لوگ زخمی ہوگئے، لوگ ووٹ ڈالتے رہے اور ہم لاشیں اٹھاتے رہے۔ ہم نے پھر بھی مانا کہ اچھا الیکشن ہوگیا، ہم ہار مانتے ہیں۔ آج بلدیاتی الیکشن کی بات ہورہی ہے، یوسی ناظم جو دو سو ووٹ پر بنے گا، جیسے ہی وہ کاغذات جمع کرواتا ہے، کراچی روشنیوں کے شہر میں اس کے گھر پر طالبان کی پرچی آتی ہے کہ آپ نے ANP کے کونسلر کے لیے ٹکٹ اور پیسے جمع کروائے ہیں، کاغذات جمع کروائے ہیں، کل سے آپ گھر سے نہیں نکلو گے۔ کیا یہ جمہوریت ہے؟ کیا یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے؟ اس بندے کے گھر پر کل بھی بم پھینکا گیا، اس سے پہلے چار مرتبہ پھینکا گیا۔ ہم نے سندھ حکومت کے ایک ایک بندے کو بتایا، حتیٰ کہ آج بھی منسٹر کے پاس جا کر اس کے کان میں یہی بات میں نے بتائی کہ خدا کے بندے، نہ یہاں منسٹر کو threat ہے، نہ ادھر مسلم لیگ (ن) کو threat ہے، نہ عمران خان کو ہے اور نہ منور حسن کو ہے، اگر یہاں مارا جاتا ہے تو ANP کو، پولیس کو یا پھر فوج کو مارا جارہا ہے۔ آپ نے ہمیں بھی اسی ترازو میں رکھا ہوا ہے۔ آپ اپنا انصاف کا ترازو تو صحیح کرو کہ کس کو threat ہے اور کس کو نہیں ہے۔ کیا آپ نے ایک ہی فیتے سے سب کو ناپنا

ہے؟ اگر ہم اس ملک میں عوامی نیشنل پارٹی کے platform سے یوسی کے کونسلر کے لیے بھی کاغذات جمع نہیں کرواسکے اور ہمیں اس پر threat آتی ہے تو میں اس کو جمہوریت نہیں کہتا۔ یہ تو dictatorship سے بھی زیادہ ظلم، جبر، دہشت اور بربریت ہے کہ ایک پارٹی کو یہاں تک لے کر جاؤ کہ وہ ایک یوسی کا کونسلر بھی نہ بنا سکے۔ میں اپنے الیکشن میں نہ جلسہ کرسکتا ہوں، نہ دفتر کھول سکتا ہوں، نہ جھنڈا لگا سکتا ہوں، نہ میں اپنے پارٹی کارکن کے جنازے میں جاسکتا ہوں۔ مجھ پر اگر اس کے جنازے پر جانے پر بھی پابندی ہے تو میں کیسے کہہ دوں کہ یہ آزاد جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس کا نام اگر آزاد جمہوریہ طالبان یا آزاد جمہوریہ ظالمان رکھ دیں تو کیا بہتر نہیں ہوگا؟

میں انسانیت کے ناتے اپیل کروں گا، اس ملک کو ضرورت یک جہتی کی ہے، اس ملک کو ضرورت جوڑنے کی ہے۔وہ پنجابی ہو، سندھی ہو، بلوچ ہو، پختون ہو، اردو بولنے والا ہو، کرسچن ہو، ہندو ہو، عیسائی ہو، سب کو حب الوطنی کی ضرورت ہے۔ اس وقت پنجاب کو برا کہنا، سندھ کو برا کہنا، اردو بولنے والے کو برا کہنا یا پشتو بولنے والے کو برا کہنا، اس ملک کو damage کرنے کی سازش ہے۔ اگر ہم آج پاکستانی نہیں بنے تو پھر کب بنیں گے؟ ان حالات میں، میں یہی اپیل کرتا ہوں کہ خدارا! قومیتیں چھوڑیں، مسلک چھوڑیں، صرف پاکستان پر توجہ دیں۔ پاکستان ایسے حالات میں ہے کہ اٹھارہ کروڑ عوام خوف کا شکار ہیں، اگر میرے جیسا بندہ خوف محسوس کررہا ہے تو ایک غریب بندہ کیا سوچے گا۔ لہٰذا، خدا کے لیے اس ملک پر رحم کریں۔ قومیت، صوبائیت، مسلک چھوڑ دیں، آجائیں پاکستان کے لیے کچھ سوچیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ صالح شاہ صاحب۔

سینیٹر محمد صالح شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور میری تقریر شروع کرنے سے پہلے ہی وقت کے متعلق تاکید کی، میں اس پر بھی آپ کا شکر گزار ہوں۔ جناب والا! یہ ایک حقیقت ہے کہ میں اس ایوان میں سات سالوں سے مسلسل پاکستان کے ساتھ وفاداری، پاکستان کے ساتھ ہمدردی، آئین کی بالادستی اور قانون پر علمدرآمد جیسی باتیں سن رہا ہوں لیکن ان سات سالوں میں، میں جو چیز محسوس کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہاں نمائندگی خواہ قومی اسمبلی میں ہو یا سینیٹ میں ہو، یہ عوام کی نمائندگی نہیں بلکہ اپنی جان کے تحفظ کی نمائندگی ہے۔ پاکستان کے عوام کے مسائل، ملک کے security کے حالات، فاٹا اور بلوچستان کے مسائل پر آج بحث ہو رہی ہے۔ ان سات سالوں کے متعلق خواہ یہ حکومت ہو، سابق حکومت ہو یا پرویز مشرف دور کی حکومت ہو، مجھے یہ بتایا جائے کہ بے چارے عوام کے لیے اس ایوان نے کیا اقدامات کیے ہیں؟

جناب چیئرمین! عوام مسائل کا شکار ہیں اور در بدر پھر رہے ہیں، میں تو چشمِ دید گواہ ہوں۔ عوام کے مسائل کے بارے میں، میں نے آج تک نہ ہی موجودہ حکومت کے دور میں، نہ پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں اور نہ اس سے پہلی حکومت کے دور میں ایسا کوئی اقدام نہیں دیکھا جو عوام کے مفاد میں ہو۔ البتہ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہاں پارٹیوں کے اختلافات ہوتے ہیں، وہ اشاروں میں یا صریح الفاظ میں ایک دوسرے کو ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور دعوے یہ ہو رہے ہیں کہ ہم عوام کے نمائندے ہیں، ہمارا استحقاق مجروح کیا جا رہا ہے، یہ ہے، وہ ہے۔

جناب چیئرمین! میں اپنی مختصر تقریر میں چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں، security کے حوالے سے دو صوبے ہیں، ان میں ایک خیبر پختونخوا اور دوسرا بلوچستان، اس کے علاوہ ہمارے قبائلی علاقے ہیں جنہیں ہم نہ صوبہ سمجھتے ہیں اور نہ پاکستان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ جناب والا! دہشت گردی کے الفاظ ہر پاکستانی کی زبان پر ہیں۔ میں اس ایوان کی وساطت سے دہشت گردی کو دو اقسام میں تقسیم کرتا ہوں۔ میں اس بات کو کئی مرتبہ اسی ایوان میں عرض چکا ہوں کہ ایک دہشت گردی آفاقی ہے اور دوسری دہشت گردی وفاقی ہے۔ پاکستان دہشت گردی کی جس دلدل میں پھنسا ہوا ہے وہ آفاقی دہشت گردی نہیں بلکہ وہ وفاقی دہشت گردی ہے۔ ہمارے بہت سے ساتھی یہ تمیز نہیں کر سکتے کہ آفاقی دہشت گردی کیا ہوتی ہے اور وفاقی دہشت گردی کیا ہوتی ہے؟ جناب والا! میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ آفاقی دہشت گردی اسے کہتے ہیں جو سیلاب کی صورت میں، طوفان کی صورت میں، زلزلوں کی صورت میں، قحط سالی کی صورت میں ہو اور وفاقی دہشت گردی کی تشریح یہ ہے کہ وفاقی دہشت گردی کو ایک ڈھانچہ بنا کر کبھی باجوڑ کی طرف پھینکا جاتا ہے، کبھی بلوچستان کی طرف پھینکا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ آج تک خود پیپلز پارٹی کی حکومت، اس وقت کے ذمہ دار افراد اور ادارے لاجواب ہیں۔ میرے گھر سے تقریباً آٹھ دس کلو میٹر کے فاصلے پر تین سو فوجی پکڑے گئے اور اس سلسلے میں ہم نے تقریباً تین چار مہینے جرگے کیے، ground پر بارہ طالبان تھے۔ جناب والا! میں اس ایوان کو اور پورے پاکستان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کیا عقلِ سلیم یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ بارہ طالبان تین سو فوجی جوانوں کو پکڑلیں باوجود یہ کہ ان کے پاس اڑتیس گاڑیاں تھیں، ان کے ساتھ eight officers تھے اور وہ مسلح تھے، کیا یہ آفاقی دہشت گردی ہے یا وفاقی دہشت گردی ہے؟

جناب والا! پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں بنوں جیل کا واقعہ ہوا، میں بطور parliamentarian, بحیثیت سینیٹر اگر میران شاہ جانا چاہوں تو اس راستے پر پندرہ سے لے کر بیس check posts لگی ہوئی ہیں، میرے لیے بحیثیت parliamentarian وہاں جانا مشکل ہے۔ بنوں جیل کا واقعہ آپ کے سامنے ہے، تین سو لوگ وہاں آتے ہیں اور بنوں جیل پر حملہ آور ہوتے ہیں باوجود یہ کہ بنوں میں آرمی موجود ہے، پولیس ہے، لیویز بھی موجود ہے، وہ لوگ بنوں جیل سے تین سو قیدیوں کو رہا کروا کر واپس جاتے ہیں۔ کیا ان کے پاس ہیلی کاپٹر تھے؟ راستے میں آنے والی check posts کدھر گئیں؟ اسی طرح ڈی آئی خان جیل کا واقعہ پیش آیا۔ میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دہشت گردی کی دلدل سے ملک کو نکالا جائے، یہ وفاقی دہشت گردی ہے۔ سابق دور کے حالات و واقعات ہمارے سامنے ہیں، 9/11 سے لے کر آج تک تین فریق ہیں، ان میں حکومت، دہشت گرد اور عوام شامل ہیں۔ میرا تعلق South Waziristan Agency سے ہے، پانچ سال ہو چکے ہیں اور میری Agency میں operation ہو رہا ہے، محسود قبائل کے تمام طالبان کی تعداد پندرہ سو سے دو ہزار کے درمیان ہے، اس سے زیادہ نہیں ہے، وہاں فوج موجود ہے اور پانچ سال سے صرف عوام کو ہی سزا مل رہی ہے۔ ان پانچ سال میں میری Agency میں operation ختم نہیں ہوا۔ جناب والا! ایک طرف یہاں پنجاب، سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخوا والے چیخ رہے ہیں کہ بے گناہ عوام قتل ہو رہے ہیں، بے گناہ عوام شہید کیے جا رہے ہیں، فاٹا میں جو بے گناہ عوام شہید کیے جا رہے ہیں، ان کا تو کوئی بھی پوچھنے والا نہیں ہے۔

جناب والا! پچھلے دنوں میر علی میں جو operation ہوا، میں اس ایوان کی وساطت سے مطالبہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس operation کی inquiry کی جائے کہ اس میں کتنے دہشت گرد مارے گئے اور کتنے بے گناہ لوگ مارے گئے؟ میں حلفاً یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وقت یہ ثابت کرے گا کہ اس میں جو لوگ شہید ہوئے ہیں، یہ سب بے گناہ تھے، اس میں لکی مروت کے ڈرائیور اور کنڈیکٹر شامل ہیں۔ اگر حکومت اس کے لیے ٹیم تشکیل دے اور اس کے لیے کمیٹی بنائی جائے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ اب پاکستان میں دوبارہ ایسے واقعات کو دعوت دی جا رہی ہے تاکہ یہ لوگ پھر حملہ آور ہوں اور بے گناہ لوگوں کو شہید کریں۔ میرا ایک دوست کہہ رہا تھا کہ ہم بیرونِ ملک گئے تو ایک گدھا مرتے ہوئے دیکھا تو دوسرے دوست نے کہا کہ اگر یہ گدھا پاکستان میں مرجاتا تو بہتر ہوتا کیونکہ وہاں ضرور اسے شہادت کا درجہ مل جاتا۔ فاٹا میں قتل ہونے والے بھی شہید ہیں، یہاں والے بھی شہید ہیں۔ پاکستان شہیدوں کا گڑھ بنا دیا گیا ہے۔

میر علی میں جو پچھلے دنوں آپریشن ہوا ہے ان سب کے گھروں میں جو فاتحہ خوانی کی جارہی ہے وہ شہیدوں کے نام سے کی جارہی ہے۔ ادھر بھی یہی صورت حال ہے۔

جناب چیئرمین، میں تین فریقوں کا ذکر کر رہا تھا جن میں ایک حکومت ہے، دوسرے دہشت گرد اور تیسرا فریق عوام ہیں۔ سوات سے لے کر باجوڑ تک دیکھیں، مجھے افسوس اس بات پر ہے کہ حکومت اتنی بے بس ہے، چاہے وہ پچھلی حکومت ہو یا یہ والی ہو کہ آج تک اس کی تحقیق نہیں ہوئی کہ سوات سے لے کر باجوڑ تک جتنے لوگ مارے گئے ہیں ان میں عوام کتنے تھے، بے گناہ لوگ کتنے شہید ہوئے اور ان میں دہشت گرد کتنے تھے۔ یہ تعداد بھی ابھی تک معلوم نہیں کہ وزیرستان سے لے کر باجوڑ تک جو آپریشن کیا جارہا ہے اس میں طالبان کتنے مارے گئے ہیں اور عوام کتنے مارے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین، دوسرا فریق دہشت گرد ہیں۔ دہشت گرد اپنے مشن میں کامیابی کی طرف جارہے ہیں اور حکومت اپنے مشن میں ناکامی کی طرف جارہی ہے۔ دس سالوں میں حکومت کا فریضہ یہ تھا کہ وہ پاکستان میں امن قائم کرتی لیکن وہ اب تک پاکستان میں امن قائم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ دہشت گرد کا مقصد تو ملک میں بدامنی پھیلانا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بڑی مہربانی جی۔

سینیٹر محمد صالح شاہ: جناب چیئرمین، دو منٹ مزید لوں گا۔ فاٹا سے لے کر اسلام آباد اور کراچی تک بدامنی ہے۔ کہیں امن ہونے کا ثبوت آپ مجھے نہیں دے سکتے۔ جناب، اس میں تیسرا فریق عوام ہیں۔ عوام کا بیڑہ ادھر بھی غرق ہے، فاٹا میں بھی عوام کی صورت حال یہی ہے۔ بلوچستان کی صورت حال بھی یہی ہے۔ جہاں بھی دیکھیں عوام کی تباہی جاری ہے۔

جناب چیئرمین، میری گزارش یہ ہے کہ جب تک اس پر آپ توجہ نہ دیں گے حالات نہیں بدلیں گے۔ لوگ مذاکرات کی بات کر رہے ہیں کہ مذاکرات کرنے چاہییں۔ ٹھیک ہے میں مذاکرات کا حامی ہوں لیکن مذاکرات کی ابتدا آپ کہاں سے کرنا چاہتے ہیں؟ آپ مذاکرات کی ابتدا وہاں سے کرنا چاہتے ہیں۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ اگر آپ مذاکرات کرنا چاہتے ہیں تو یہاں سے شروع کریں۔ یہ دہشت گردی آپ کی وفاقی ہے آفاقی نہیں ہے۔ جب تک آپ دہشت گردی کے اس پہلو پر توجہ نہیں دیں گے کہ دہشت گردی کی ابتداء کہاں سے ہوئی ہے، کامیابی نہیں ہوگی۔ میرا ایجنسی سے تعلق ہے۔ باجوڑ کی صورت حال ہمارے سامنے ہے۔ اور کرّم ایجنسی کی صورت حال ہمارے سامنے ہے، اسی طرح نارتھ اور ساؤتھ وزیرستان ہے۔

جناب چیئرمین، میری گزارش یہ ہے کہ جب تک پاکستان میں امن نہ ہوگا اس وقت تک پاکستان کے تمام مسائل یوں ہی رہیں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: امن ہوگا انشاءاللہ آپ دعا کریں۔ سحر صاحبہ آپ point of order پر بولنا چاہتی ہیں؟

A Tribute to Shaheed Zulfiqar Ali Bhutto

سینیٹر سحر کامران: جی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب، میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ آج کے اجلاس کی کارروائی کی ابتداء اس ایوان کے خالق شہید ذوالفقار علی بھٹو کو خراج تحسین پیش کر کے کرنی چاہیے تھی۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو 73ء کے آئین کے خالق، پاکستان کے آئین اور اس ایوان کے خالق ہیں۔ ہمیں تاریخ کو یاد رکھنا ہوگا اور یاد رکھنے کے لیے دہرانا بھی ہوگا۔

یہ ایوان جو federation کی علامت ہے، جس میں تمام صوبوں کی مساوی نمائندگی ہے، اس کے بانی اور خالق شہید ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے عوام کو سیاسی شعور دیا، انہوں نے پاکستان کی سیاسی، فلاحی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی ڈھانچے کی تشکیل کی۔ کل ان کا یوم ولادت تھا مگر کل چونکہ ہفتہ وار تعطیل تھی اور ایوان کی کارروائی نہیں تھی اس لیے میں آج ان کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتی ہوں۔

شہید ذوالفقار علی بھٹو نے نہ صرف پاکستان کو 1973ء کا آئین دیا اور پاکستان کے وفاق کو سلامت رکھنے کے لیے اس ایوان کی تشکیل کی۔ افواج پاکستان کے وقار کو بلند کیا۔ نوے ہزار قیدیوں کو واپس وطن لے کر آئے اور پانچ سو مربع میل علاقہ کو چھڑوایا۔ آرڈیننس فیکٹری کا قیام، ایرونا ٹیکل کمپلیکس کا قیام، ہیوی مکینیکل کمپلیکس کا قیام، سٹیل ملز کا قیام شہید ذوالفقار بھٹو نے کیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا point of order کیا ہے۔

سینیٹر سحر کامران: میں اس point of order میں شہید ذوالفقار علی بھٹو کو tribute پیش کرنا چاہتی ہوں جو اس ایوان کے خالق ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی تاریخ کے محسنوں کو یاد کریں اور ان کو tribute پیش کریں جنہوں نے نہ صرف پاکستان کی ترقی کے لیے کوشش کی بلکہ اس کو دنیا کے اندر شناخت دی، پاکستان کے عوام کو شناخت دی، پاکستان کے مزدوروں کو شناخت دی، پاکستان کے کسانوں کو شناخت دی۔ جنہوں نے سیاست کو ڈرائنگ روم سے نکال کر عوام تک پہنچایا۔ قراقرم ہائی وے کس نے بنائی؟ شہید ذوالفقار بھٹو نے، پورٹ قاسم

اتھارٹی شہید ذوالفقار علی بھٹو نے بنائی۔ اکیڈمی آف لیٹرز، نیشنل کونسل آف آرٹس، لوک ورثہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، یہ سب ذوالفقار علی بھٹو کے کارنامے ہیں۔ نیوکلیر پروگرام کا بانی کون تھا؟ شہید ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ قائد اعظم یونیورسٹی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے خالق بھی شہید ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ تعلیم کو عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے اور اس کو afford کرنے کے لیے بھی جو اقدامات شہید ذوالفقار علی بھٹو نے کیے وہ قابل تحسین ہیں۔ او آئی سی کانفرنس کا پاکستان میں منعقد ہونا بھی انہی کا کرشمہ تھا۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کو انہوں نے direction دی۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اس عظیم لیڈر کو خراج تحسین پیش کریں اور ان کی اس ملک کے لیے خدمات کو یاد رکھیں۔

اپریل 1945 ء میں جب شہید ذوالفقار علی بھٹو ایک طالب علم تھے تو انہوں نے قائداعظم کو ایک خط میں لکھا کہ میں ایک طالب علم ہوں۔ میں پاکستان کی تشکیل میں practically کوئی کردار ادا نہیں کرسکتا لیکن وقت آنے پر میں اپنی جان بھی دے دوں گا اور انہوں نے پاکستان اور عوام کے لیے اپنی جان دی۔ اسی لیے آج میں ان کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتی ہوں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دھامرا صاحب۔

سینیٹر مختیار احمد دھامرا: میں بھی اپنے Point of order میں اسی پر دو الفاظ بول کر اپنے اصل point پر آتا ہوں۔ آج اس ایوان میں ایک ڈکٹیٹر اور ایک سیاسی وزیراعظم کی victimization کی بات ہورہی تھی۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو کا بھی کل یوم ولادت تھا اور مجھے یہ بات کرتے وقت بڑا فخر محسوس ہوتا ہے کہ شہید ذوالفقار علی بھٹو بھی اس ملک کے ایک منتخب وزیر اعظم تھے جن کے خلاف ایک ڈکٹیٹر نے action لیا اور ان کا عدالتی murder ہوا۔ میں ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں، خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔

Issue of Division of Sindh

جناب چیئرمین، میرا اصل point of order یہ ہے کہ کچھ دنوں سے ایک political party کے لیڈر نے سندھ کے دو صوبوں میں تقسیم کرنے کے حوالے سے بات کی ہے۔ ان کے اس بات کرنے سے پورے سندھ کے اندر ایک بے چینی کی لہر پیدا ہوگئی ہے اور سندھ کے سندھی بولنے والے اور اردو بولنے والے سندھیوں کے درمیان ایک نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لہذا میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ سندھ وہ صوبہ ہے جس نے سب سے

پہلے پاکستان کی حمایت میں قرارداد منظور کی تھی اور اس کی بدولت انڈیا سے میرے اردو بولنے والے بھائیوں کو نہ صرف welcome کہا بلکہ سندھ نے ان کو پناہ دی۔

جناب چیئرمین! ایک تاثر اس statement سے یہ پیدا ہو گیا ہے کہ شاید تمام اردو بولنے والے سندھ میں الگ صوبے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ بالکل غلط تاثر ہے۔ بہت سارے اردو بولنے والے سندھ کے حقیقی بیٹے ہیں، وہ اس بات کی خود بھی تردید کرتے ہیں۔ آج بھی سندھ کے اردو بولنے والے بھائی اس بات کی تردید بھی کر رہے ہیں اور مذمت بھی کر رہے ہیں۔ سندھ ایک دھرتی ہے، ایک صوبہ ہے اور ہم اس کے بیٹے ہیں۔ وہاں سے ہم مینڈیٹ لے کر اس ایوان میں پہنچے ہیں۔ جناب چیئرمین! یہ کوئی گاڑی نہیں ہے کہ سندھ کو نمبر ایک اور نمبر دو کے نام سے پکارا جائے۔ یہ سندھ دھرتی ہے، یہ ہماری غیرت ہے اور یہ ہماری ماں ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہے کہ سندھ کو وہ اپنی statement سے یا اپنی پالیسی سے الگ کریں گے تو وہ سندھ میں ایک بہت بڑی خون ریزی کو دعوت دے رہے ہیں۔ یہ ملک پہلے سے دہشت گردی کی آگ میں جل رہا ہے۔ خدارا! فرقہ واریت کی آگ میں جلنے والے ان صوبوں اور ملک کو اس طرح کی آگ میں نہ دھکیلیں۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ اقتدار میں نہ آنے کی وجہ سے اگر آپ کو بات کرنی ہے تو ان کے points دوسرے ہونے چاہییں، دوسرا platform ہونا چاہیے۔ ہم سندھ کی تقسیم نہیں ہونے دیں گے۔ یہ ہماری لاشوں پر ہو گی۔ ہم ایک مرتبہ پھر یہ واضح کر دیتے ہیں کہ اگر کوئی سندھ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ ملک اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you. The House stands adjourned to meet again on Wednesday, the 8th January, 2014 at 03:00 p.m.

[*The House was then adjourned to meet again on Wednesday, the 8th January, 2014 at 03:00 p.m.]*